۷۸۶

۱۱۰-۹۲

یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

present ziaraat.com

خزینۃ الحکایات
خزینۃ الجواہر فی زینۃ المنابر
سے انتخاب
تالیف
حجۃ الاسلام والمسلمین
الحاج شیخ علی اکبر نہاوندی
انتخاب و ترجمہ
علامہ محمد حسن جعفری
present ziaraat.com

خزینۃ الحکایات

خزینۃ الجواہر فی زینت المناہر

سے انتخاب

حجۃ الاسلام الحاج شیخ علی اکبر نہاوندی اعلی اللہ مقامہ

انتخاب و ترجمہ: علامہ محمد حسن جعفری

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : خزینۃ الحکایات
(خزینۃ الجواہر فی زینت المناہر سے انتخاب)

تالیف : حجۃ الاسلام حاج شیخ علی اکبر نہاوندی اعلی اللہ مقامہٗ

ترجمہ : علّامہ محمد حسن جعفری

کمپوزنگ : ایس ایم فرحان

نظرِثانی : سیّد زین الحسنین زیدی

تعدادِ اشاعت : پانچ سو

سالِ اشاعت : ۲۰۱۹ء بمطابق ۱۴۴۰ھ

ہدیہ : ۲۴۰ روپے

DOT Management Foundation

Sabil-e-Sakina (S.A) **Online Islamic Digital Library**

Websites: **Ziaraat.com** **ShianeAli.com**

+92 (0) 333 2000 464 webmaster@ziaraat.com fb.com/ziaraatdotcom

+92 (0) 333 3589 401 info@shianeali.com fb.com/voiceofshia

Courtesy: Islamic Culture & Research Trust (Regd.)

ST-1/B, Block 6, Federal 'B' Area, Karachi (75950) – Pakistan

Office No. 12, 2nd Floor, Empress Tower, Empress Road, Lahore - Pakistan

فہرست

شمار نمبر: صفحہ نمبر

باب اوّل
حکایات اصولِ دین

حکایات فروعِ دین

باب اخلاقیات

❁❁❁❁

عرضِ ناشر

زیرِ نظر کتاب ''خزینۃ الحکایات حضرت حجۃ الاسلام الحاج شیخ علی اکبر نہاوندی اعلیٰ اللہ مقامہٗ کی موثر تحریر ہے یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ ان دو جلدوں کا انتخاب ہے، واقعات وحالات اور قصص کے بیان کا اصل مقصد انسان کے لیے سامانِ عبرت فراہم کرنا ہے سچی اور حقیقی حکایات میں وہ نور ہوتا ہے جو سامع اور قاری میں اس طرح موثر ہے کہ اگر وہ اس وقت یا اس زمانے میں ہوتا تو اسی طرح درس زندگی حاصل کرتا اس طرح کے واقعات حال کو ماضی سے جوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ ماضی کو مستقبل بناتے ہیں وہ اپنے حال کو بہتر سمجھتے ہیں، یاد رہے قرآن کریم کے قصص اور اہلِ بیتؑ اور معصومینؑ کی زندگی کے حالات و واقعات اور حکایات فرضی کہانیاں اور افسانے نہیں ہوا کرتے بلکہ یادِ ربّانی، نصیحت کا سامان، اظہارِ حقیقت اور اطمینان نفس کا ذریعہ ہوتے ہیں جس سے انسان تزکیہ نفس اور تطہیر باطنی کی منزل پر فائز ہو جاتا ہے۔ بس آخر میں دعا ہے پروردگار بحقِ محمدؐ وآلِ محمدؐ ادارہ سبیلِ سکینہؑ کو ان کے مقاصد، تعلیماتِ اہلبیتؑ اور تحفظِ عزاداری سیّدا لشہداؑ میں کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔

والسلام: عبدِ احقر

مولانا سیّد زین الحسنین زیدی

(ادارہ سبیلِ سکینہ، ڈی ایم ایف پبلیکیشنز، پاکستان)

کچھ اپنی زبان میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ الصلوٰۃ والسلام علی خاتم المرسلین واھل بیتہ الطاھرین

فرمانِ خداوندی:۔

فَاقۡصُصِ الۡقَصَصَ لَعَلَّھُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ (سورۂ اعراف، آیت ۱۷۶)

آپ قصے بیان کریں تاکہ وہ انھیں سن کر غور وفکر کریں۔قصہ ہر دور میں انسان کو اچھا لگتا ہے خواہ وہ عہدِ قدیم ہو یا عہدِ جدید ہو۔ کیونکہ قصہ کی خاصیت یہ ہے کہ یہ غیب کو شہود میں اور نظریہ کو علمی تجربہ میں لے آتا ہے۔

جب ہم آسمانی اور الہامی کتابوں پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں بھی ہمیں خوبصورت داستانیں اور قصے دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو قرآنِ حکیم میں ''احسن القصص'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے لیکن قرآنِ کریم داستان گوئی کی کتاب نہیں ہے یہ کتابِ ہدایت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء اور ان کی اقوام کے کثرت سے قصے بیان کئے ہیں تاکہ مخالف ان سے عبرت حاصل کریں اور ان سے رہنمائی حاصل کر کے اپنے مستقبل کو درخشاں بنائیں۔

بندہ نے اپنی مختصر زندگی میں تقریباً ایک سو کے قریب چھوٹی بڑی کتابوں کے عربی و فارسی تراجم کئے ہیں۔قصوں اور داستانوں کے حوالے سے بندہ نے چندتاریخ نامی کتاب کی پانچ جلدوں کا بھی ترجمہ کیا ہے۔

زندگی میں جہاں اس حقیر نے تفسیر وحدیث عقائدہ علم الکلام اور فقہ کی تفصیل اور بھاری بھرکم کتابوں پر کام کیا ہے وہاں دل میں یہ تصور بار بار اُبھر کہ عوام الناس کے لئے کچھ اسلامی خوبصورت حکایات کو بھی پیش کیا جائے تا کہ ہمارے نوجوان اورعوام الناس ان داستانوں سے مستفید ہوکر اپنی زندگی کوسنوار سکیں۔ عربی و فارسی زبانوں میں میرے سامنے اس طرح کی بہت سی کتابیں موجود تھیں لیکن میں نے ان میں حضرت علی اکبر نہاوندی کی کتاب خزینۃ الجواہر کا انتخاب کیا۔

اس کتاب کا پورا نام ''خزینۃ الجواہر فی زینت المناہر'' ہے یہ کتاب بنیادی طور پر واعظین کے لئےلکھی گئی ہے۔مرحوم علی اکبر نہاوندی کی یہ کتاب سات سو بائیس صفحات پر مشتمل ہےاوراس کی تکمیل ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔

اس کتاب کا مرکزی مضمون حکایات پر مشتمل نہیں ہے بلکہ یہ اصولِ دین، فروعِ دین اوراخلاقیات کے عنوان پر تحریر کی گئی ہے۔البتہ اس میں بہت ہی دلچسپ داستانیں موجود ہیں جو کہ اس حقیر کو بہت پسند آئیں اسی لئے میں نے ان داستانوں کا اردو میں ترجمہ کیا ہے اُمید ہے کے باذوق قارئین اسے پسند فرمائیں

گے۔ اور حقیر کو اپنی دعاؤں میں شامل کریں گے اور میرے والدین کی مغفرت کے لئے ضرور دعا کریں گے۔

قارئین کرام! سے درخواست ہے کے اگر بارِ خاطر نہ ہو تو حقیر کے والدین کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھ کر انھیں ایصالِ ثواب فرمائیں۔

وما توضیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

دعاؤں کا طالب

احقر: محمد حسن جعفری

باب اوّل

حکایات اصولِ دین

۱۔ اثباتِ خالق

کتاب مجالس المتقین میں مرقوم ہے کہ عہدِ سابق میں کسی ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا جو کہ دہریہ تھا اور وہ کائنات کے خالق وصانع کا قائل نہیں تھا۔ جب کہ اس کا ایک وزیر موحدّ تھا وزیر نے بادشاہ کو اس کے نظریاتِ فاسدہ سے ہٹانے کی بڑی کوشش کی لیکن بادشاہ اپنے لادین نظریہ پر قائم رہا۔

وزیر نے راجدھانی سے دور ایک ویران مقام پر ایک خوبصورت باغ لگوایا جہاں ہر طرح کے خوبصورت درخت اور پھولدار پودے لگوائے۔ اس باغ کی خوب حفاظت کرائی یہاں تک کہ پودے جوان ہو گئے اور باغ رشکِ ارم دکھائی دینے لگا۔

پھر وزیر نے باغ کے مالیوں کو دو دن کی چھٹی پر بھیج دیا اور بادشاہ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں باہر سیر وتفریح کے لئے چلیں بادشاہ خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس کارِ خیر میں دیر نہ کریں آج ہی ہم سیر وتفریح کے لیئے چلتے ہیں

الغرض بادشاہ اپنے خواص کو ساتھ لے کر اپنے دارالحکومت سے روانہ ہوا اور وزیر اسے اس باغ میں لے آیا۔

بادشاہ نے باغ دیکھا تو اس کا دل بھی باغ باغ ہو گیا اور دل کھول کر باغ کی خوبصورتی کی تعریف کی پھر اس نے وزیر سے پوچھا کہ یہ باغ کس نے لگوایا ہے؟ وزیر نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

جہاں پناہ! یہ باغ کسی نے نہیں لگوایا یہ وجود اور فطرت کی کارستانی ہے کہ یہاں خود بخود یہ باغ منظر عام پر آ گیا۔ جب بادشاہ نے سُنا تو وزیر سے کہا کہ میاں پاگل ہو گئے ہو یا مجھے پاگل سمجھتے ہو؟

اتنا منظّم اور مرتب باغ کسی باغبان کے بغیر اور خود وجود میں نہیں آ سکتا۔ میں خواہ اس کے باغبان کو دیکھو یا نہ دیکھوں مگر میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس باغ کے لگانے والا انتہائی صاحبِ ذوق ہے اس نے پوری ترتیب سے باغ لگایا ہے۔ باغ از خود وجود میں نہیں آ سکتا۔ تب وزیر نے کہا:

جہاں پناہ! آپ خود غور کریں جب ایک چھوٹا سا باغ بنانے والے کے بغیر نہیں بنتا تو یہ زمین، آسمان، دریا، سمندر، سورج، چاند ستارے اور سیارے از خود کیسے پیدا ہو گئے؟

اس حَسین استدلال سے بادشاہ بے حد متاثر ہوا اور اس نے اپنے زندیقی نظریات سے توبہ کی اور خدائے احد پر ایمان لے آیا۔ بعد میں وہ سچا موحد

ثابت ہوا۔

۲۔درختوں پر پتے کس نے لگائے؟

کتاب اسرار التنزیل میں لکھا ہے کہ ایک شخص کسی درخت کے نیچے لیٹا ہوا تھا اور وہ غور سے درخت کے پتوں کو دیکھ رہا تھا اچانک ایک پتہ درخت سے گرا اور اس کے چہرے پر آ گرا۔

اس نے پتہ اٹھایا اور بڑی حیرت سے کہا۔

مَن الذی انبت الولی اعلیَ الشجر ؟

درخت پر پتے کس نے اُگائے ہیں؟

اتنے میں درخت سے دوسرا پتہ گرا اس پر یہ عبارت تحریر تھی۔

"اَلذی اَنبتَ الورق عَلیَ الشجر ھُوالذیٰ شق علی و جھائے اَلْبَصُرُ"

درخت پر پتے اسی نے اُگائے ہیں جس نے تیرے چہرے میں آنکھیں لگائی ہیں۔

۳۔حضرت نوحؑ کی طول عمر کی علّت

شیخ حر عاملی کتاب اہلِ الآمل میں شہید ثانی کے نواسے شیخ زین الدین الثانی کے متعلق لکھا ہے کے ایک معترض نے ان سے کہا کہ قرآن مجید میں حضرت نوحؑ کی جو عمر بیان کی گئی ہے اسے کوئی بھی صحیح الدماغ شخص مان نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر

ایک پتھر بھی کسی جگہ پر رکھا ہوا ہو تو بھی ایک ہزار سال تک وہ اپنی حالت پر قائم نہیں رہ سکتا سردی گرمی اس پر اثر انداز ہوتی ہے اور وہ بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔

جب ایک پتھر اتنا عرصہ اپنی حالت پر قائم نہیں رہ سکتا حضرت نوحؑ تو پھر بھی انسان تھے۔ لہٰذا ان کی طوالتِ عمر محیر العقول ہے۔

شیخ زین الدین نے جواب میں فرمایا کہ پتھر میں اس لیے توڑ پھوڑ کا عمل ہوتا ہے کہ اس میں مایتحلل کا نظام نہیں ہے یعنی جو چیز ٹوٹی اس کی تلافی کا اس میں کوئی نظام نہیں ہے۔ جب کہ انسانی وجود میں بدل مایتحلل کا نظام موجود ہے اس کے وجود سے جتنے بھی فضلے خارج ہوتے ہیں روٹی پانی سے ان کی تلافی ہوتی رہتی ہے۔ پتھر جمادات سے ہے جب کہ انسان اور حیوان غذا کے ذریعہ سے اپنی کمی کو پورا کرتے ہیں جب کہ پتھر اپنے توڑ پھوڑ کے عمل کی تلافی نہیں کر سکتا۔

شیخ زین الدین کی ذہانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک عالم نے قرآن کریم کی خوبصورت تفسیر لکھی اور اسی کا انتساب اپنے دور کے ایک برسر اقتدار فرد کے نام پر کیا۔ لیکن انھوں نے صاحب انتساب کا نام نہیں لکھا۔ اس کی بجائے انھوں نے صرف یہ لکھا کہ اس مجموعہ فضائل کا نام قرآن کریم کی سورۂ رحمٰن میں مذکورہ ہے۔

چنانچہ ایک شخص نے شیخ زین الدین سے پوچھا کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ

برسر اقتدار شخص کون تھا جس کے نام کے متعلق ۔۔ مذکور لکھا کہ اس کا نام سورہ رحمٰن میں موجود ہے؟

شیخ زین الدین نے فوراً کہا کے اس کا نام مرجان تھا اور اس کے نام سے بغداد میں ''مدرستہ المرجان'' قائم ہے۔ چونکہ نام غلاموں جیسا ہے اس لئے مفسر نے امام کی توضیح مناسب نہ جانی اور اشارہ کر دیا کہ اس کا نام سورۂ رحمن میں پایا جاتا ہے۔

۴۔نیش اور نوش کی یکجائی

ایک مُلحد نے ایک مسلمان طبیب سے مباحثہ کیا اور کہا کہ دنیا کے تمام معاملات فطرت وطبیعت کے عین مطابق ہیں مسلمان طبیب نے کہا کہ میں نے دو اشیاء کے اثرات کو دیکھا تو مجھے دین اسلام کی حقانیت دکھائی دی۔شہد کی مکھی ایک ہے لیکن اس کے اثرات دو ہیں یہ ڈنک بھی مارتی ہے اور شہد جو جہاں شیریں شربت بھی فراہم کرتی ہے ایک ننھی سی مکھی میں بیک وقت لطف بھی ہے اور قہر بھی ہے دوسری چیز جس نے مجھے مسلمان بننے پر مجبور کیا کہ ہلیلہ سرد اور خشک ہے مگر اسہال کا سبب ہے جب کہ کثیرا گرم اور تر ہے مگر وہ معدہ میں قبض پیدا کرتا ہے۔

۵۔ایک چیز کے مختلف اثرات

ایک بزرگ کی زندیق (دہریہ) سے بحث ہوئی زندیق نے کہا کے کائنات

کی ہر چیز کا تعلق طبیعت سے ہے۔

مسلمان بزرگ نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ بعض اوقات چیز ایک ہوتی ہے اور مختلف اشیاء پر اس کے مختلف اثرات پیدا ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر توت کے پتہ کو ہی لے لو۔ اس کا ذائقہ اور طبیعت ایک ہے لیکن جب ریشم کا کیڑا اسے کھاتا ہے تو ریشم کا دھاگا پیدا ہوتا ہے اور اگر شہد کی مکھی اسے کھائے تو شہد پیدا ہوتا ہے اور اگر تاتاری ہرن اسے کھائے تو اس کے نافہ میں کستوری پیدا ہوتی ہے اور اگر بھیڑ بکری کھائے تو مینگنیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جب کہ برگ توت ایک ہے اور اس کی خاصیت علیحدہ چیز ہے اور مختلف ظروف میں اس کے اثرات بدل جاتے ہیں یہ سب کچھ علیم و حکیم اور مدبرِ قدیم کی کارستانی ہے۔ جب زندیق نے یہ جواب سُنا تو وہ لاجواب ہو گیا۔

۶۔ شہد کا مشکیزہ اور ابوالاسود دوئلی کی بیٹی:

حضرت ابوالاسود دوئلی حضرت علی علیہ السلام کے وفادار ساتھی تھے امیر المومنینؑ نے انھیں علمِ نحو کے اصول بتائے تھے اور عربی زبان کے پہلے عالم ابوالاسود دوئلی تھے۔ انھوں نے ہی دورِ حجاج میں قرآن کریم پر اعراب لگوائے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی زندگی میں معاویہ نے لوگوں میں رشوتیں چلائیں تاکہ لوگ اس کی فیاضی کو دیکھ کر حضرت علیؑ کو بھول جائیں اور اس کی سخاوت کی تعریف کریں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے سفرِ کربلا میں اپنے ایک خطبہ میں لوگوں کی حالت بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا:

الناس عبید الدنیا والدین لعق علی السنتھم

لوگ دنیا کے غلام ہیں اور دین ان کی زبانوں کا چسکا ہے۔ جب تک ان کی معیشت چلتی رہے تو دیندار بنے رہتے ہیں اور اگر ان کی معیشت خطرے میں پڑ جائے تو پھر دین دار بہت کم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ معاویہ لوگوں کی دنیا پرستی کو مدنظر رکھ کر اپنی رشوت میں دولت اور تحائف دیا کرتا تھا۔

اس نے زعفران ملے شہد کی پوری مشک حضرت ابوالاسود دوئلی کے گھر روانہ کی اور اس کے ساتھی ابوالاسود کے نام اپنا ایک خط بھی روانہ کیا قاصد نے دونوں چیزیں ان کے گھر پہنچا دیں۔

کچھ دیر بعد حضرت ابوالاسود دوئلی گھر آئے اس دوران ان کی بیٹی نے مشک کا تسمہ کھول کر اپنی انگلی کو شہد سے تر کیا اور اسے چکھنے کا ارادہ کیا

ابوالاسود نے بیٹی سے فرمایا:

"یابنتاہ لا کلی فانہ سم ناقع"

بیٹی! اسے مت چکھنا یہ مہلک زہر ہے۔ یہ شہد معاویہ نے ہمارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ تا کہ ہم حضرت علیؑ کی محبت کو چھوڑ دیں اور معاویہ کے پیروکار بن جائیں۔

بیٹی نے شہد سے لتھڑی ہوئی انگلی کو زمین پر مارا اور خاک سے شہد کو اتار دیا۔

اوراس بچی نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے۔

ابالمسل المزعفر یا بن هذ
نسع لك ایمانا و دنیا
فلاو الله پس یکون هذا
ومولانا امیر المومینا

فرزند ہند! کیا تو زعفرانی شہد دے کر ہم سے ہمارا دین وایمان خریدنا چاہتا ہے؟ خدا کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہمارا مولا امیرالمومنینؑ ہے۔

ابوالاسود نے وہ مشک اور معاویہ کا خط اٹھایا اور امیرالمومنین کی خدمت میں پیش کیا اوراس کے ساتھ اپنی بیٹی کے اشعار بھی سُنائے

امیرالمومنین بچی کے اشعار سُن کر خوش ہوئے اور شہد کی وہ مشک اس کی بچی کو عطا فرمائی۔

۷۔ دو اَن پڑھ افراد کا مناظرہ

ایک گاؤں میں دو شخص رہتے تھے وہ آپس میں دوست تھے لیکن ان میں سے ایک سُنی تھا اور دوسرا شیعہ تھا۔ اور لُطف یہ ہے کہ دونوں ہی ان پڑھ تھے۔ بعض اوقات ان میں مذہبی بحثیں بھی ہوتی تھیں۔

ایک دفعہ سنی دوست نے اپنے شیعہ دوست سے کہا کہ آج میں نے خطیب

مسجد سے ایک دلیل سُنی ہے جس سے ہمارے مذہب کی صداقت ظاہر ہوتی ہے اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تم اس دلیل کا کوئی جواب نہیں دے سکو گے۔

شیعہ دوست نے کہا کہ اچھا اب آپ وہ دلیل بیان کریں سُنی دوست نے کہا کہ دیکھو تمہارے ہاتھ میں کتنی انگلیاں ہیں شیعہ نے کہا کہ ہر ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں۔

سُنی نے کہا کہ ان انگلیوں کا سردار انگوٹھا ہے باقی چاروں انگلیاں اس کی پیروکار ہیں۔

اب یوں سمجھ کہ رسولِ خدا انگوٹھے کی طرح سے ان چاروں کے سردار ہیں انگشت شہادت یہ ابوبکر ہے۔لمبی انگلی حضرت عمر ہے اور تیسری انگلی حضرت عثمان ہے اور چوتھی انگلی حضرت علیؑ ہے تمہارے ہاتھ انگلیاں ہمارے مذہب کی صداقت کو واضح کرتی ہیں۔

یہ سُن کر شیعہ نے فی الفور کہا میں نے آپ کی بات مان لی انگوٹھا مقام مصطفیٰؐ کو ظاہر کرتا ہے اور چھوٹی انگلی حضرت علیؑ کے مقام کو ظاہر کرتی ہے۔

اچھا یہ بتاؤ اگر تمہیں کپڑا یا کوئی اور چیز ناپنی پڑے اور بالشت مارنا چاہو تو تم پہلے انگوٹھے کو رکھو گے اور پھر انگوٹھے کی جگہ چھوٹی انگلی کو رکھو گے۔اس کے بغیر تم کسی چیز کو ناپ نہیں سکتے۔

لہٰذا اس تجربہ سے یہ حاصل ہوا کہ انگوٹھے کی انگلی چھوٹی انگلی آیا کرتی ہے اور

تینوں بڑی انگلیاں خاموش رہتی ہیں۔

جس طرح سے انگوٹھے کی جگہ چھوٹی انگلی آتی ہے اسی طرح سے محمد مصطفیٰ کے بعد بھی علیؑ ہی آئیں گے اور کوئی نہیں آئے گا۔ اس کے بعد شیعہ نے یوں تقریر کی کہ دیکھو ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں یہ اس بات کی علامت ہے کہ پنجتن پاک پانچ ہیں۔ تمہاری چار انگلیاں میں بارہ پورے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ امام بارہ ہیں اور اگر انگوٹھے کے دو پُوروں کو جمع کریں تو چودہ بن جاتے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ معصوم چودہ ہیں یہ انگلیاں بظاہر الگ الگ ہیں اور اگر ہاتھ بند کر دو تو یہ مکّا بن جاتی ہیں اسی طرح سے پنجتن جمع ہو جائیں تو وہ بے دین کے منہ پر مُکّا بن کر لگتے ہیں۔

۸۔ کیا امیر المومنین علیہ السلام کو اپنی خلافت میں شک تھا؟

کتاب زینۃ المجالس میں مرقوم ہے کہ ایک خارجی قاضی شریک کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ جب جنگ صفین میں حکمین کا معاملہ پیش ہوا تو حضرت علیؑ نے اپنے فرزند حسن مجتبیٰؑ سے یہ کہا تھا کہ کاش میں آج سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا اور یہ حالات نہ دیکھتا، حضرت علیؑ کی اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی خلافت و امامت میں شک تھا اور اگر آپ کو اپنی خلافت کا یقین ہوتا تو وہ یہ جملہ کبھی نہ کہتے؟ قاضی شریک نے جواب دیا۔

اگر بالفرض تمہاری بات کو سچا مان لیا جائے تو مجھے یہ بتاؤ کہ جب حضرت مریم

کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی تو انھوں نے یہ کیوں کہا تھا۔

يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا (سورۂ مریم، آیت ۲۳)

اے کاش! میں آج سے پہلے مرگئی ہوتی اور میرا نام تک بھی فراموش ہو چکا ہوتا۔

کیا حضرت مریم علیہا السلام کو اپنی عصمت و عفت میں شک تھا؟ اس سلسلہ میں جو تمہارا جواب ہو وہی ہمارا جواب ہے یہ سن کر خارجی لا جواب ہو گیا اور اپنے ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔

۹۔ ایک ناصبی کو ''مومن الطاق'' کا جواب

ابو جعفر مومن الطاق امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھے اور وہ حاضر جوابی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے ایک ناصبی نے ان سے بطور مذاق کہا کہ آپ حضرات رَجعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور آپ کو یقین ہے کہ جب امام مہدی آئیں گے تو بہت سے ان کے دوست اور دشمن دوبارہ زندہ ہوں گے۔

مہربانی فرما کر مجھے ایک ہزار دینار قرض دو اور جب رجعت میں ہم اور آپ دوبارہ اُٹھیں گے تو تم مجھ سے اپنا قرض واپس لے لینا۔ مومن الطاق نے جواب دیا کہ میں تمھیں قرض تو دے دوں لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم انسان بن کر ہی اٹھو گے؟ بندر، ریچھ یا خنزیر بن کر نہیں اٹھو گے؟ مومن الطاق کا یہ جواب سُنا تو ناصبی کا چہرہ فق ہو گیا اور وہ لا جواب ہو گیا۔

۱۰۔ایک بدخواہ کو جواب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد امام علیہ السلام کے ایک مشہور حاسد جو کہ امام سے کچھ عرصہ تک پڑھا ہی تھا اس نے مومن الطاق سے ملاقات کی اور بطور شخصیت اُن سے کہا تمہارا امام مر گیا ہے۔

مومن الطاق نے جواب دیا۔

سچ ہے میرا امام تو اس جہان سے رخصت ہو گیا لیکن تیرا امام ابھی زندہ ہے اور خدا نے اسے یومِ معلوم تک کے لیئے ڈھیل دی ہوئی ہے۔

اس سے خدا نے یہ فرمایا تھا

اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ (سورۂ الحجر، آیت ۳۸)

خدا نے فرمایا کہ تجھے وقتِ معلوم کے دن تک ڈھیل دی جاتی ہے۔

۱۱۔ سچی گواہی کا بدلہ

کچھ معتبر کتابوں میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں اپنے ورثاہی محل میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ نے دریچہ کھولا ہوا تھا اور وہیں سے نیچے سے گزرنے والوں کو دیکھ رہے تھے۔اس اثنا میں ایک شخص کا نیچے سے گزر ہوا جس کے بال پریشان اور لباس پیوند لگا ہوا تھا۔

حضرت جبریل امین نازل ہوئے اور فرمایا:

یوسفؑ اس پریشان حال شخص کو دیکھ رہے ہو یہ وہی ہے۔ جس نے عزیزِ مصر کے گھر میں زلیخا کے الزام میں آپ کی عصمت کی گواہی دی تھی اور یہ کہا تھا کہ اگر یوسفؑ کی قمیص سامنے سے پھٹی ہوئی ہو تو یوسفؑ قصوروار ہے اور زلیخا بے گناہ ہے اور اگر یوسفؑ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہو تو یوسف بے گناہ ہے اور زلیخا خطاکار ہے۔

اس وقت یہ معصوم بچہ تھا اور جھولے میں لیٹا ہوا تھا۔ آج آپ بادشاہِ مصر ہیں اور یہ پریشان حال ہے۔

حضرت یوسفؑ نے اپنے نوکروں سے فرمایا کہ اس شخص کو میرے سامنے لایا جائے چنانچہ حضرت کے ملازمین اس شخص کو حضرت کے سامنے لے آئے۔ آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو شاہی حمام میں غسل دیا جائے اور اسے خلعتِ فاخرہ پہنائی جائے۔

حکم کی تعمیل ہوئی اس شخص کو نہلایا گیا اور عالیشان لباس پہنایا گیا حضرت یوسف نے اسی کی گزر بسر کے لئے وظیفہ مقرر کیا جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت جبرئیلؑ مسکرانے لگے۔ حضرتِ یوسف نے فرمایا: کہ آپ کے مسکرانے کی کیا وجہ ہے۔ کیا میں نے اس کی عزت افزائی میں کوئی کوتاہی کی ہے؟

جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے کوئی کوتاہی نہیں کی میں ایک اور بات پر مسکرا رہا ہوں۔

اس شخص نے لاشعوری اور صغیر سنی میں آپ کی عصمت کی گواہی دی تھی تو آپ

نے اسے مالا مال کر دیا اور جو شخص عقل و شعور رکھ کر خدا کی وحدانیت کی پوری زندگی گواہی دے تو ارحم الراحمین خدا اسے کتنا اجر دے گا۔؟ اولیاءاللہ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یہ کہتے تھے۔

"یا من عملی الکثیر بالقلیل"

اے وہ ذات جو قلیل عمل کے بدلہ میں کثیر جزا دیتا ہے۔

۱۲۔لقد کثر علی الکوابتہ، حدیث سچی ہے یا جھوٹی؟

کتاب احادیث میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر ارشاد فرمایا تھا۔

لقد کثر علی الکوابتہ

میرے متعلق جھوٹ بولنے والوں کی کثرت ہو چکی ہے۔کچھ لوگ اپنی طرف سے باتیں بنا کر میری طرف منسوب کر رہے ہیں۔لہٰذا تم تک میری جو حدیث پہنچے اسے قرآن کے میزان پر تول لیا کرو۔اگر وہ قرآن کے مطابق ہو تو وہ میرا فرمان ہے۔اور اگر وہ مخالف قرآن ہو تو وہ میرا قول نہیں ہے۔

ایک اہلِ سنت عالمِ دین نے سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ سے یہ کہا تھا کہ یہ حدیث سچی ہی ہے یا خود ساختہ حدیث ہے۔بھلا کس میں جرأت ہے کہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر رسولِ اکرمؐ کی طرف منسوب کرے؟

سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ نے فرمایا کہ یہی حدیث اپنی صداقت کی دلیل ہے۔

اگر آپ اس حدیث کو سچا مانیں تو آپ کو یہ ماننا پڑے گا کہ حیاتِ رسولؐ میں کچھ بد بخت اور نا اہل انسان ایسے تھے جو جھوٹی احادیث بنایا کرتے تھے اور اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی اور خود ساختہ ہے تو بھی آپ یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ کسی نے یہ حدیث گھڑ کر آنحضرت کی طرف منسوب کی تھی آپ اس کا قرار کریں تو بھی درست ہے اور اگر انکار کریں پھر بھی آپ کو وضعِ احادیث در حیاتِ رسولِ کا قائل ہونا پڑے گا۔

۱۳۔ باپ بیٹے میں اختلاف

بہت سی کتابوں میں مذکور ہے کہ خلیفہ ثانی کے فرزند عبداللہ بن عمر عقد متعہ اور متعہ الحج کے قائل تھے۔

کسی نے ان سے کہا کہ آپ نکاح متعہ اور متعہ الحج کو جائز سمجھتے ہیں جب کہ آپ کے والد محترم نے ان دونوں متعوں پر پابندی عائد کی تھی اور انھیں حرام کہا تھا۔

جواب میں انھوں نے کہا:

میں نے اپنے والد کی ہرگز مخالفت نہیں کی ہے مجھے اپنے والد کے الفاظ اچھی طرح یاد ہیں انھوں نے کہا تھا۔

متعتان محللتان فی زمن رسول اللہ و انا احرمھما متعۃ الحج و متعۃ النساء

عہدِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دو مُتعے حلال تھے۔ میں ان دونوں کو حرام کررہا ہوں۔ ایک متعۂ الحج ہے اور دوسرا متعۂ النساء ہے۔

میرے والد نے تسلیم کیا تھا کہ یہ دونوں مُتعے عہدِ رسولؐ میں حلال تھے اور قاعدہ یہ ہے:

حلال محمد حلال الی یوم القیامة وحرام محمد حرام الی یوم القیامة

حلال محمد قیامت تک حلال ہے۔ اور حرامِ محمدؐ قیامت تک حرام ہے۔ لہٰذا میرے والد محترم کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ انھیں حرام قرار دیتے۔

۱۴۔ تجسّم اعمال

قاضی ابو سعید قمی مشہور محقق عالم گزرے ہیں اور وہ ملا محسن فیض کے شاگرد تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب ''اربعینیات''میں موثق افراد کی زبان استاد الاساتذہ شیخ بہاؤالدین عاملی کے حوالے سے یہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک دن شیخ بہاؤالدین اصفہان شہر سے نکلے اور وہاں کے ایک مشہور قبرستان گئے۔ قبرستان کے پاس ایک عارف کامل اور صاحب نظر شخص رہتے تھے۔

آپ نے اس بزرگ سے ملاقات کی اور رسمی باتوں کے بعد اسی بزرگ نے شیخ بہاؤالدین کو یہ حکایت سنائی اور کہا کہ چند روز قبل اس قبرستان میں مجھے عجیب

چیز دکھائی دی کچھ لوگ یہاں ایک جنازہ لائے اور اسے یہاں دفن کیا(پھر اس بزرگ نے شیخ کو وہ قبر بھی دکھائی)الغرض لوگ اسے دفن کر کے چلے گئے۔لوگوں کے جانے کے بعد اچانک میں نے خوشبو کا احساس کیا جیسے کوئی شخص خوشبو لگائے ہوئے قبرستان میں داخل ہوا ہو۔

میں اپنے حجرے سے نکلا تو میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت انسان قبرستان میں آیا اور اس کی خوبصورتی کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے الغرض وہ جوان اسی قبر کی طرف بڑھا جس میں چند لمحات پہلے مردہ کو دفن کیا گیا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ قبر ایک طرف سے شق ہوئی اور وہ خوبصورت جوان اندر چلا گیا۔

میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی خدائی راز ہے۔ لہٰذا مجھے اس میں دخل دینا مناسب نہیں ہے پھر چند لمحات گزرے کہ ایک سیاہ رنگ کا کتا نمودار ہوا اور وہ بھی اس قبر میں داخل ہوا۔ میں حیران ہو کر یہ منظر دیکھتا رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ خوبصورت جوان قبر سے باہر آیا اور اس کا لباس تار تار تھا اور اس کے چہرے اور پورے وجود پر کتے کے کاٹنے کے نشانات تھے اور وہ لہولہو تھا۔

میں آگے بڑھا اور اس سے کہا۔ جوان! تجھے تیرے خدا کا واسطہ! مجھے بتا کہ تو کون ہے اور یہ کالا کتا کیا ہے؟

جوان نے کہا کہ اے شیخ! میں مرنے والے کی نیکیوں کا مجموعہ ہوں میں اس کی قبر میں داخل ہوا تا کہ برزخ کے مراحل میں اس کی مدد کروں لیکن اس کی

بداعمالیاں سیاہ کتے کی شکل اختیار کر کے قبر میں آ گئیں میں نے اسے سیاہ کتے سے بچانے کی بڑی تدبیریں کیں لیکن وہ کتا مجھ سے زیادہ طاقت ور تھا اس نے میت کے ساتھ ساتھ مجھے بھی جھنجھوڑا اور مجھے لہولہان کر دیا اور میرا لباس تار تار کر دیا۔اب میں واپس جارہا ہوں۔

یہ داستان سن کر شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ آپ کے بیان سے علمائے امامیہ کے اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ ہر شخص کے اچھے یا بُرے عمل مجسّم ہو جاتے ہیں اور صورتِ حال کے مطابق وہ جسم کے قالب میں ڈھل جاتے ہیں۔

۱۵۔ایک شہید فوجی

کتاب زینۃ المجالس کے مولف میرک جمال الدین کی زبان پہ واقعہ نقل کیا ہے اور یہ واقعہ اس دور کے لوگوں میں زبان زدِ عام تھا واقعہ کچھ یوں ہے کہ سلطان خدا بندہ کے بھائی ارغون خان کی ترکستان پر حکومت تھی کہ قریبی ملک سے لشکرِ کفار نے ترکستان پر چڑھائی کی ادھر ترک بھی اپنا لشکر لے کر ان کے مقابلہ پر گئے۔

ترکستان میں ایک شہر ہے جس کا نام نپک ہے اس شہر سے کبھی کچھ مسلمان اس جنگ میں شریک ہوئے ان مجاہدین میں سے ایک جوان کا نام ''قرابہادر'' تھا وہ بھی جنگ میں شریک ہوا اور کفار کے ہاتھوں مارا گیا۔

الغرض چند دنوں کے بعد لڑائی ختم ہوگئی اور مسلمانوں کو اس میں کامیابی حاصل ہوئی۔

ایک دن ''قرا بہادر'' کے افرادِ خاندان گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک گھر میں ''قرا بہادر'' کی آواز گونجی اور اس نے کہا کہ اس شہر میں ایک نیک خاتون رہتی ہے اور اس کی موت کا وقت قریب آچکا ہے میں ستر ہزار مداح کو لے کر اس کے استقبال کو آیا ہوا ہوں۔ تم لوگ اس شہر والوں سے کہو کہ تمہارے شہر پر مصیبت نازل ہونے والی ہے اگر وہ مصیبت سے بچنا چاہتے ہیں تو پھر صدقہ دیں اور صدقہ کے ساتھ ساتھ یہ دعا پڑھیں۔

اِلٰهِیْ كَفٰی عِلْمُكَ عَنِ اعْمَالِ وَ كَفٰی كَرَمُكَ عَنِ السُّوَالِ

اور اگر شہر والوں نے میری نصیحت پر عمل کیا تو وہ آنے والی مصیبت سے محفوظ رہیں گے۔

جب اس کے اہلِ خانہ نے یہ صدا سُنی تو تعجب کیا اور کہا کہ شہید میاں! ہم غریبوں کا کہنا کون سنتا ہے اور کون مانتا ہے؟ دوبارہ آواز بلند ہوئی اچھا اگر یہ بات ہے تو میں اس شہر کے تمام مشہور افراد کو خود یہ بات کہہ دوں گا۔

اس کے بعد مسلسل تین روز تک شہر کے تمام مشہور افراد نے خواب دیکھے جن میں انھیں وہ شہید فوجی دکھائی دیا اور اس نے انھیں آنے والی مصیبت سے خبردار کیا اور انھیں صدقہ اور دعا کی تلقین کی یہ خواب بہت سے افراد نے دیکھا سب

نے خواب کی صداقت پر یقین کرلیا اور پورے شہر والوں نے صدقات دیئے اور دعائیں مانگیں الغرض تین دن کے بعد ایک ضعیفہ مومنہ خاتون کی وفات ہوئی تو اس کے بعد کسی کو خواب نہ آیا۔

اہلِ شہر سمجھ گئے کہ فوجی شہید دوسری ارواح کو لے کر اس خاتون کے استقبال کو آیا تھا اور پورے شہر والوں نے خاتون کے نماز جنازہ میں بڑی عقیدت سے شرکت کی۔

۱۶۔ ''وَجَدنا'' ہم نے پالیا، کی قبر

بیت المقدس کی مغربی سمت میں ایک قبرستان ہے جسے ''قبرستان ماميلا'' کہا جاتا ہے اور اس میں ایک قبر بڑی مشہور ہے جسے ''وَجَدنا'' کی قبر کہا جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک قاریِ قرآن اپنی سواری پر سوار ہو کر وہاں سے گزر رہا تھا اور بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا جب وہ قبرستان سے گزرا تو اس نے زور سے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی۔

قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا (سورۂ اعراف، آیت ۴۴)

(کہا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا ہے؟)

جیسے ہی قاریِ قرآن نے یہ آیت پڑھی تو ایک قبر سے آواز بلند ہوئی۔

فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا

جی ہاں! ہم نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا ہے۔ چنانچہ اس دن سے وہ قبر ''وَجَدنا'' کی قبر کے نام سے مشہور ہوگئی۔

۱۷۔ بسم اللہ شریف کی برکت

علامہ مجلسی بحارالانوار میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک قبرستان سے ہوا آپ نے نگاہِ نبوت سے مشاہدہ کہا کہ ایک قبر پر عذاب ہورہا ہے۔ آپ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ تیزی سے یہاں سے نکل جاؤ اس قبر پر عذاب ہورہا ہے۔

چنانچہ سب الامان کہتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے پھر چند دن بعد آپ اسی قبرستان سے گزرے اور جب اسی قبر کو دیکھا تو نہایت متعجب ہوئے اور اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ خدا نے اس قبر سے عذاب ہٹا دیا ہے اور اب اس پر رحمت کی برسات ہورہی ہے ایک شاگرد نے عرض کیا۔

یا حضرت!۔ مرنے کے بعد انسان کا نامہ اعمال بند ہوجاتا ہے اس نے کون سی نیکی کی ہے کہ عذاب رحمت میں بدل گیا۔

حضرت عیسیٰؑ پر پروردگار کی طرف سے وحی ہوئی اور اس کے تحت آپ نے فرمایا کہ یہ شخص گناہ گار تھا اور توبہ کئے بغیر اس دنیا سے رخصت ہوگیا تھا اور گناہوں کی پاداش میں اسے عذابِ قبر ہورہا تھا۔

اور جب یہ شخص مراتو اس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا وہ بچہ کچھ بڑا ہوا تو اس کی بیوہ ماں اپنے بچہ کو مکتب میں لے گئی اور معلم سے کہا:

جناب! میں ایک بیوہ خاتون ہوں اور میرا یہ بچہ یتیم ہے میں چاہتی ہوں کہ آپ اسے تعلیم دیں۔

معلم نے معصوم بچہ سے کہا:

بیٹا! پڑھو، "بسم اللہ الرحمن الرحیم"

بچے نے اپنی توتلی زبان میں بسم اللہ پڑھی۔ اس وقت ندائے قدرت آئی کہ اس بچے کے باپ کی قبر سے عذاب ہٹا دو۔ اس کا معصوم بچہ مجھے رحمان و رحیم کہہ رہا ہے اور میں اس کے باپ کو عذاب دوں تو یہ میری شان کے خلاف ہے۔

۱۸۔ ایک ناصبی کو عذاب دوزخ سے کیسے نجات حاصل ہوئی؟

بحار الانوار میں علامہ مجلسی نے امالی صدوق کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابو عینہ نے محمد بن مسلم کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اس نے کہا۔ اے فرزندِ رسولؐ! میں ملک ِ شام کا رہائشی ہوں اور میں آلِ محمدؐ سے محبت رکھتا ہوں جب کہ میرا باپ سخت ناصبی تھا اور آپ کے گھرانے کا دشمن تھا۔

وہ میرے عقائد کی وجہ سے ہمیشہ مجھ سے نالاں رہا کرتا تھا اور اس نے مجھ سے بدلہ یوں لیا کہ اپنی تمام دولت مجھ سے چھپا لی جب کہ میں اس کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ میرے علاوہ نہ تو اس کی کوئی بیٹی تھی اور نہ ہی کوئی بیٹا تھا میں نے باپ کی موت کے بعد اس کی دولت کو ہر جگہ تلاش کیا لیکن کہیں بھی اس کا نشان تک نہیں ملا۔

اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے باپ کی دولت سے مجھے آگاہ کریں کہ اس نے اپنی دولت کہاں چھپا رکھی تھی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کا اہتمام کرتا ہوں۔ پھر آپ نے ایک سفید کاغذ لیا اور اس پر کچھ تحریر فرمایا اور اس شخص سے کہا کہ آج رات نمازِ عشاء کے بعد تم میرا یہ رقعہ لے کر جنت البقیع میں چلے جاؤ اور وہاں جا کر ذرجان کے نام کی صدا دو تمہارے پاس ایک شخص آئے گا اسے میرا رقعہ دے دینا پھر وہ تم سے تمہاری حاجت کا سوال کرے گا اسے سب قصہ سنا دینا وہ تیرے باپ سے تیری ملاقات کرائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں ساری رات متفکر رہا کہ دیکھیں اس شخص کا کام کیسے ہوتا ہے؟ دوسرے دن امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کچھ لمحات کے بعد وہی شخص امام علیہ السلام کی مجلس میں آیا اور آتے ہی کہا:

واللہ اعلم حیث یجعل رِسالتہ

اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھنی ہے۔

پھر اس نے یہ عرض کیا کہ مولا! رات میں جنت البقیع گیا تھا اور آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے وہ ''ذرجان'' کو صدا دی چند لمحات بعد ایک خوبصورت شخص میرے سامنے آیا۔ میں نے آپ کا لکھا ہوا خط اس کے سپرد کیا اس نے خط کھول کر پڑھا اور کہا کہ میں حجتِ خدا کے فرمان پر عمل کرنے کا پابند ہوں اب بتاؤ کہ تمہارا مسئلہ کیا ہے؟

میں نے اس کے سامنے اپنا مسئلہ بیان کیا تو اس نے کہا کہ تمہارا باپ دوزخ کے گڑھے میں ہے میں ابھی اسے وہاں سے نکال کر تمہارے سامنے لے آؤں گا اور پھر وہ اپنی دولت کے متعلق تمہیں خود بتائے گا کہ اس نے وہ دولت کہاں چھپا رکھی ہے؟

چنانچہ وہ میری نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ میرے باپ کو میرے سامنے لے آیا۔ میرا باپ دوزخ میں جلنے کی وجہ سے کوئلے کی طرح سے سیاہ ہو چکا تھا۔ اس کی گردن میں رسیاں پڑی ہوئیں تھیں اور اس نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا میں نے اس سے کہا کہ ابا جان! میں آپ کی یہ کیا حالت دیکھ رہا ہوں اُس نے کہا کہ میں بنی اُمیہ کا دوست تھا اور آلِ محمدؐ کا دشمن تھا اسی لئے میرا یہ حشر ہوا۔ جب کہ تو کامیاب ہے کیونکہ تو اہلِ بیتؑ سے محبت رکھتا ہے میں نے تجھے اپنی تمام دولت سے محروم رکھا ہے میں نے تجھے اپنی تمام دولت سے محروم کیا تھا۔ تم فلاں جگہ جاؤ اور وہاں جا کر زمین کھودو۔

بعض روایات میں ہے کہ اس نے کہا کہ ہمارے باغ میں زیتون کا ایک پودا ہے اسی کی جڑوں میں مَیں نے ساری دولت چھپائی تھی تم جا کر اس دولت کو حاصل کرو۔

وہاں تمہیں ڈیڑھ لاکھ سونے کے دینار ملیں گے۔ اس رقم میں سے پچاس ہزار دینار اپنے امام کی خدمت میں پیش کرنا ممکن ہے کہ میرے اس عمل سے خدا مجھ پر رحم کرے اور مجھے دوزخ کے عذاب سے نکال لے باقی رقم تم خود خرچ کرنا۔

یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا پھر کافی دنوں کے بعد امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور پچاس ہزار دینار آپ کی خدمت میں پیش کئے۔

امام علیہ السلام نے اس سے اپنا قرض اتارا اور کچھ زمین خریدی اور باقی دولت بنی ہاشم کے فقراء میں تقسیم کی اور فرمایا:

قَدْ اسْتَدْرَكَ الرَّجُلُ بَعْدَ مَوْتِهٖ فِيْمَا فَرَّطَ فِيْ زَمَنِ حَيَاتِهٖ وَ سَيُجْزٰى بِإِحْسَانِهٖ

اس شخص نے اپنی زندگی کی کوتاہی کی تلافی کر دی ہے اور اس نیکی کا اسے اجر ملے گا۔

۱۹۔ امام زمانہؑ کی طویل عمر پر تعجب سود ہے

جمال الملت والدین سید ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ شہرِ بغداد کی ایک علمی محفل میں تشریف فرما تھے جہاں دیگر مذاہب کے علماء بھی موجود تھے اور مختلف مسائل

پر بحث ہوئی۔ اسی اِثنا میں مذہبِ مخالف کے ایک فاضل شخص نے سیّد ابن طاوٴس کے سامنے امام زمانہؑ کے طول عمر پر اعتراض کیا اور کہا کسی بھی شخص کی اتنی طویل عمر نہیں ہوتی اور خاندانِ پیغمبر میں کسی نے بھی ساٹھ ستر سال سے زیادہ کی عمر نہیں پائی تھی۔ لہٰذا امام زمانہؑ کی طویل عمر کا عقیدہ غیر منطقی اور غیر عملی ہے۔ اس کے جواب میں سید ابن طاوٴس نے حاضرین سے کہا کہ میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتا ہوں اور آپ سے امید کرتا ہوں کہ آپ حضرات دیانتداری سے اس کا جواب دیں گے۔

ہم یہ فرض کرتے ہیں اور مفروضہ قائم کرنے میں کوئی عیب بھی نہیں ہوتا ایک شخص یہاں اگر شہرِ بغداد میں اعلان کرتا ہے کہ لوگو! میں دریائے دجلہ کے پانی کی سطح پر چل سکتا ہوں اگر کسی کو شک ہو تو کل دوپہر کے وقت دجلہ کی فُلاں پُل کے پاس آئے اور میں وہاں پانی کی لہروں پر چلنے کا مظاہرہ کروں گا۔

یہ اعلان بظاہر غیر فطری تھا دوسرے پورا شہر اس کو دیکھنے کے لیئے اس مقام پر جمع ہوگا یا نہیں؟

حاضرین نے کہا کہ یہ بالکل نئی چیز ہے ہر شخص اسے دیکھنے آئے گا سید نے فرمایا کہ دوسرے دن پورا شہر جمع ہے اور اس شخص نے پانی کی لہروں پر چلنا شروع کردیا پورے اہلِ شہر نے یہ منظر دیکھا اور تعجب کیا۔

پھر دو دن کے بعد ایک اور شخص آیا اور اس نے آکر یہ کہا کہ بغداد والو! میں

دریائے دجلہ کی لہروں پر چل سکتا ہوں اگر کسی کو شک ہو تو کل دوپہر کے وقت دجلہ کے فُلاں گھاٹ پر آئے میں وہاں تمہیں چل کر دکھاؤں گا۔

اس کے بعد سید ابن طاؤس نے فرمایا کہ حضرات آپ جواب دیں اس کے کرتب کو دیکھنے کے لیئے کیا پورا شہر اُمڈ آئے گا۔؟

حاضرین نے کہا ہرگز نہیں کیونکہ یہ مظاہرہ چند روز پہلے ہو چکا ہے لہٰذا اسے دیکھنے کے لیئے دو چار سو افراد سے زیادہ لوگ نہیں جائیں گے چنانچہ دوسرے روز اس شخص نے حسب وعدہ پانی پر چلنے کا مظاہرہ کیا اس کے اس عمل پر لوگوں کو زیادہ تعجب نہیں ہوا۔

چند دن ہی گزرے کہ ایک تیسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ لوگو! میں دجلہ کے پانی کی لہروں پر چل سکتا ہوں اور اگر کسی کو شک ہو تو وہ کل دوپہر کے وقت دریا کے فُلاں گھاٹ پر آئے میں چل کر دکھاؤں گا۔

حاضرین! اب انصاف سے بتائیں کہ اس چوتھے شخص کی بات پر کسی کو تعجب ہوگا۔؟ اور آپ کے خیال میں کتنے افراد اس کا مظاہرہ دیکھنے جائیں گے؟

حاضرین نے کہا کہ جناب کسی کو بھی اس بات پر تعجب نہیں ہوگا اور پورے شہر میں سے ایک بھی فرد اس کا مظاہرہ دیکھنے نہیں جائے گا۔ کیونکہ اُس سے پہلے وہ اسی طرح کے تین مظاہرے دیکھ چکے ہیں اس کے بعد سید ابن طاؤس نے فرمایا:

دوستو! تمہیں امام زمانہ کی طویل عمر پر تعجب کیوں ہے؟ تم نے خود اپنی کتابوں

میں لکھا کہ حضرت ادریس جنت میں زندہ ہیں

وہاں تو تمہیں تعجب نہیں ہوا کہ ایک شخص ہزاروں سالوں سے زندہ ہے تو کیسے زندہ ہے؟

پھر تم نے اپنی کتابوں میں یہ لکھا کہ حضرت خضر ہزاروں برس سے زمین پر زندہ ہیں۔لیکن ان کی طویل عمر پر تم میں سے کسی نے نہ تو تعجب کیا اور نہ ہی اس کا اظہار کیا۔اس کے بعد تیسرے مرحلہ پر تم نے لکھا کے حضرت عیسیٰ بن مریم چوتھے آسمان پر زندہ ہیں اور جب حضرت مہدیؑ ظہور کریں گے تو وہ چوتھے آسمان سے اتر کر حضرت مہدی علیہ السلام کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ کی طویل عمر پر تم میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی تعجب کا مظاہرہ کیا۔امام مہدی کا دعویٰ تو چوتھے نمبر پر ہے تعجب ہوتا ہے تو پہلے اور دوسرے ہر بار زیادہ سے زیادہ تیسرے تک تعجب ہوسکتا تھا لیکن تم عجیب لوگ ہو کہ پہلے تین واقعات کو چھوڑ کر چوتھے پر تعجب کرتے ہو؟

یہ سنا تو پوری محفل چمک اٹھی اور معترض صاحب بجھ کر رہ گئے۔

۲۰۔امام زمانہؑ کی نصرت کا واقعہ

علامہ مجلسی نے اس واقعے کو بحار الانوار میں نقل کیا ہے اور ویسے بھی یہ واقعہ اہلِ بحرین میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔انگریزوں نے بحرین کو فتح کیا اور اسے اپنی مملکت کا ایک حصہ قرار دیا۔

انگریزوں نے بحرین کے نظم و ضبط کے لئے ایک مقامی شخص کو بحرین کا وائسرائے مقرر کیا وہ شخص ناصبی تھا اور اسے مذہب شیعہ اور خاندانِ نبوت سے خداواسطے کا بیر تھا اس پر مستزاد یہ کہ اس نے ایک شخص کو اپنا وزیر مقرر کیا اور وزیر حاکم سے بھی زیادہ آلِ محمدؐ سے عداوت رکھتا تھا۔

بحرین قدیم الایام سے شیعیانِ آل محمد کا مسکن ہے[1]۔ یہاں حضرت شیخ بہائی رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد شیخ حسین بن عبدالصمد نے طویل عرصہ تک تبلیغ ولایت فرمائی تھی۔

شیخ حسین بن عبدالصمد مکہ میں مستقل رہائش رکھنا چاہتے تھے لیکن مکہ میں چند روزہ قیام کے بعد انھوں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم صادر ہوا ہے کہ بحرین کی سرزمین کو وہاں سے اٹھا کر جنت میں رکھ دیا جائے اس خواب کے بعد شیخ نے مکہ میں رہائش کا ارادہ ملتوی کیا اور بحرین تشریف لائے اور بحرین ہی میں ان کی وفات ہوئی بحرین کے ایک گاؤں کا نام معلیٰ ہے وہاں ان کا مزار ہے جہاں لوگ بڑی عقیدت سے جاتے ہیں اور ان کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

۱۔ بحرین کی اس وقت بھی اسّی فیصد آبادی شیعہ ہے مگر ان پر آلِ خلیفہ وہاں حکومت کر رہی ہے اور اس حکومت کو سعودی کی ناصبی حکومت کی حمایت اور ان کی پشت پر امریکہ بہادر کا دست کرم کارفرما ہے اور موجودہ حکومت بحرین کی اکثریت پر ہر وقت مظالم ڈھانے میں مصروف ہے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم اس ملت مظلوم کو آزادی عطا فرمائے اور ناصبی حکومت کا خاتمہ ہو۔ (آمین)

شیخ بہائی کے والد نے صاحب روضہات الجنات کو خط لکھا تھا جس میں انھوں نے تحریر کیا تھا کہ اگر آپ دنیا چاہتے ہیں تو پھر ہندوستان چلے جائیں اور اگر آپ آخرت چاہتے ہیں تو پھر بحرین آ جائیں اور اگر آپ دنیا و آخرت میں سے کسی کو بھی ناپسند کرتے ہیں تو پھر عجم میں رہیں اور وہاں سے باہر نہ نکلیں۔

الغرض وزیر انتہائی متعصب قسم کا ناصبی تھا اور وہ ہمیشہ شعیانِ آلِ محمدؐ کے درپے آزاد رہتا تھا۔

ایک دن وہ وزیر حاکم کے پاس آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک انار تھا اس نے وہ انار حاکمِ بحرین کے سامنے رکھا۔ انار کی کھال پر یہ عبارت تحریر تھی۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(ابوبکر و عمر و عثمان و علی خلفاء رسول اللہ۔)

اس نے حاکم سے کہا کہ یہ قدرت کی طرف سے عبارت لکھی ہوئی ہے اور اس سے شیعوں کے مذہب کا ابطال ہوتا ہے والی نے کہا تو پھر کیا کِیا جائے۔

وزیر بدتر بیر نے کہا کہ آپ اس شہر کے تمام شیعہ معززین کو یہاں بلائیں اور ان کے سامنے تین باتیں رکھیں۔

۱۔ وہ اس انار کی تحریر کو جھوٹا ثابت کریں۔

۲۔ یا پھر یہود و نصاریٰ کی طرح سے جزیہ دیں اور ذلیل ہو کر رہیں۔

۳۔ اگر وہ مذکورہ بالا باتیں قبول نہ کریں تو پھر انھیں واجب القتل سمجھ کر ان کا

قتل عام کریں اوران کی عورتوں اور بچوں کو غلام اور کنیز بنائیں۔

الغرض حاکم بحرین نے اس کے بعد بحرین کے شیعہ معززین کو بلایا اوران کے سامنے وہ انار رکھ کر کہا کہ یہ دیکھو یہ قدرت کی طرف سے مذہبِ اہلِ سنت کی صداقت کی دلیل ہے۔لہٰذا تمھیں چاہیے کہ اپنا مذہب چھوڑ کر مذہبِ اہل سنت قبول کرو۔ یا پھر یہود و نصاریٰ کی مانند جزیہ دینا قبول کرواور اگران میں سے تمھیں کوئی بات پسند نہ ہوتو پھر حکومت جو چاہے گی تمہارے ساتھ سلوک کرے گی۔معززین شیعہ نے حاکمِ بحرین سے کہا کہ آپ ہمیں تین دن کی مہلت دیں اگر ہم اس کا مناسب جواب پیش نہ کر سکے تو آپ جو چاہیں ہم سے وہ سلوک کریں۔

حاکم کے دربار سے واپسی پر شیعہ معززین ایک مقام پر جمع ہوئے اور کہا کہ ہمیں یقین ہے کہ یہ ہمارے خلاف سازش ہے لیکن اس کو ثابت کیسے کیا جائے کہ یہ سازش ہے اوراس مشکل کے حل کے لیئے امام زمانہؑ سے رابطہ ضروری ہے چنانچہ انھوں نے بحرین کے دس دینداروں میں سے تین افراد کا انتخاب کیا۔پہلی شب ایک شخص سے کہا کہ آپ جنگل میں جائیں اور پورے اخلاص سے امام زمانہؑ کو پکاریں کہ وہ آئیں اورہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔

چنانچہ ساری رات وہ عابدوزاہد شخص عبادت وتفرع میں مصروف رہا لیکن امام زمانہؑ کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔

دوسری رات دوسرے عابد وزاہد کو بھیجا گیا اس نے بھی پورے اخلاص سے امام زمانہؑ کو صدائیں دیں لیکن کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔

اب معاہدہ کا آخری دن تھا اس رات کو تیسرے عابد وزاہد شخص کو بھیجا گیا کہ تم جاؤ اور امام زمانہؑ کو رُو رُو کر پکارو۔

چنانچہ اس شخص نے بڑی عاجزی اور زاری سے امام زمانہؑ کو پکارا الغرض اس حالت میں رات بیت گئی اور سحر پھوٹنے لگی اس اثنا میں اس کے کانوں میں یہ صدا گونجی اے محمد بن عیسیٰ! تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ اور تم اس تاریک شب میں بیابان میں کیا کر رہے ہو؟۔

محمد بن عیسیٰ نے جواب دیا۔ بندۂ خدا! میں ایک عظیم مطلب کیلئے یہاں آیا ہوں اور اس کا اظہار اپنے امام کے علاوہ اور کسی سے نہیں کروں گا۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔

محمد بن عیسیٰ! میں ہی تمہارا امام ہوں اب تم اپنی حاجت بیان کرو۔

محمد بن عیسیٰ نے جواب دیا کہ اگر آپ ہمارے آقا و مولا ہیں تو مجھے اپنے حالات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس کے بعد دوسری طرف سے آواز آئی میں جانتا ہوں تم جس مشکل میں مبتلا ہو ایک انار کی تحریر کی وجہ سے تم پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے اور حاکم کی طرف سے تمہیں دھمکی ملی ہے۔

محمد بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے یہ سُنا تو کہا کہ واقعی آپ ہی

ہمارے امام زمانہؑ ہیں اور آپ ہی ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتے ہیں۔

اس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا:

محمد بن عیسیٰ ! سنو! وزیر کے گھر میں انار کا ایک درخت ہے جب اس انار پر پھل لگے تو وزیر نے مٹی کا ایک اَنار بنایا اور اس میں اس نے اپنے بزرگوں کے نام لکھ کر وہ خول اس انار پر چڑھا دیا۔ انار اس خول میں جوان ہوتا رہا یہاں تک یہ نام اس پر کندہ ہو گئے اور یوں دکھائی دینے لگے کہ گویا یہ قدرتی تحریر ہے کل کے روز جب تم حاکم کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ میں اس تحریر کا جواب لایا ہوں لیکن وہ جواب یہاں بیان نہیں کروں گا۔ آپ میرے ساتھ وزیر کے گھر چلیں وہاں جا کر میں اس راز سے پردہ اٹھاؤں گا۔

اور جب حاکم تمہارے ساتھ وزیر کے گھر چلے تو وزیر کے گھر کے دائیں طرف والے کمرے میں چلے جانا۔ وزیر کوشش کرے گا کہ تم اس کے کمرے میں داخل نہ ہو سکو لیکن تم اس کی پرواہ نہ کرنا اور اس کمرے میں چلے جانا اور خیال رکھنا وزیر کو اس کمرے میں پہلے داخل نہ ہونے دینا جب تم اس کمرے میں پہنچو گے تو تمہیں اس میں ایک سوراخ دکھائی دے گا اور سوراخ میں ایک تھیلی ہو گی تم اس تھیلی کو اٹھا لینا اور حاکمِ بحرین کے سامنے کھولنا اس میں مٹی کا وہ خول موجود ہو گا جس پر اس نے اپنے بزرگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔

اس وقت اس کے پیش کردہ انار کو اس خول میں رکھنا وہ خول میں پورا اتر جائے

گا۔اس سے حاکم کے سامنے وزیر کی عیّاری کھل کر سامنے آجائے گی اس کے علاوہ حاکم سے کہنا کہ ہماری صداقت کی دوسری نشانی یہ ہے کہ وزیر سے کہیں کہ وہ اس انار کو توڑے جب وہ توڑے گا تو اس میں ایک بھی دانہ نہیں ہوگا۔ دانوں کی بجائے اس میں خاک ہوگی جو اُڑ کر وزیر کے منہ پر پڑے گی جب محمد بن عیسیٰ امام علیہ السلام کا یہ جواب سُنا تو وہ بے حد خوش ہوگیا اور امام سے عرض کیا کہ مولا! ہمیں آپ سے توسل کرتے تین راتیں ہوگئی ہیں آپ نے پہلے جواب کیوں نہ دیا؟

امام نے فرمایا کہ تم نے خود ہی حاکمِ بحرین سے تین راتوں کا مطالبہ کیا تھا اگر تم تین راتوں کی بجائے ایک رات کی مہلت مانگتے تو میں تمہیں پہلی ہی رات کو اس کا جواب دے دیتا الغرض محمد بن عیسیٰ خوش ہو کر واپس آئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مبارک ہو امام نے ہمیں جواب بتا دیا ہے لیکن اس کا اظہار میں کل حاکم کے پاس ہی کروں گا۔

الغرض تیسرا دن ہوا بحرین کے شیعہ حاکم کے دربار میں پیش ہوئے اور وہاں پہنچ کر محمد بن عیسیٰ نے امام علیہ السلام کے بیان کردہ فرمان کے تحت حاکم کو ساتھ لیا اور وزیر کے گھر پہنچے وزیر نے بڑی کوشش کی کہ وہ اس کے داہنی طرف کے کمرے میں داخل نہ ہوں لیکن محمد بن عیسیٰ نے اس کو اس کی اجازت نہ دی آخر کار ایک سوراخ سے سفید تھیلی نکال کر مٹی کا خول بادشاہ کے سامنے رکھا بادشاہ نے

دیکھا کہ مٹی کے خول کے اندر وہ عبارت تحریر تھی جو کہ انار پر لکھی ہوئی تھی پھر محمد بن عیسیٰ نے حاکم سے کہا کہ آپ وزیر کو حکم دیں کہ وہ اس انار کو توڑے اس میں کوئی دانہ نہیں ہوگا اس میں خاک کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔

حاکم نے وزیر کو انار توڑنے کا حکم دیا وزیر نے جیسے ہی انار توڑا تو خاک برآمد ہوئی جس سے وزیر کا چہرہ اُٹ گیا۔

چنانچہ وزیر کی عیاری کُھل کر سامنے آگئی حاکم نے محمد بن عیسیٰ سے کہا کہ آپ کو ان باتوں کی خبر کس نے دی ہے؟

انھوں نے جواب دیا کہ مجھے میرے امام زمانہؑ نے اس کی خبر دی ہے۔

حاکم نے پوچھا کہ آپ کے امام زمانہؑ کون ہیں؟ محمد بن عیسیٰ نے ان کا پورا شجرہ نسب سنایا۔ اس وقت حاکم بحرین نے کہا؟

اَشهدان لا اِلٰه الّا اللّٰهُ وان محمدا عبدهٗ ورسولهٗ وان الخلیفة بعدهٗ بلا فصل امیرالمومنین علی ابن ابی طالب

اس واقعہ کے بعد حاکمِ بحرین مخلص شیعہ بن گیا اور اس نے عیّار وزیر کو قتل کرا دیا۔

مترجم عرض کرتا ہے کہ مشہد مقدس ہی کچھ اہل بحرین سے میری ملاقات ہوئی ان سب نے اس واقعہ کو سچا قرار دیا اور کہا کہ یہ واقعہ اہلِ بحرین میں مشہور ہے اور محمد بن عیسیٰ کا مزار بھی بحرین میں موجود ہے۔

۲۱۔نورِنبوت بجھانے کے لیئے ''زرقاء الھمامہ'' کی ناکام کوشش

ولادت پیغمبرؐ اسلام کے دور میں سرزمین عامہ میں ایک کاہن عورت رہتی تھی اوراس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی نگاہ اتنی دور تک جاتی تھی جہاں تک عام انسانوں کی نگاہ نہیں جاتی تھی۔

اس کاہنہ کوہ زرقاء الھمامہ کہا جاتا تھا اسے شیاطین مستقبل کی خبریں دیا کرتے تھے اور وہ ان میں کچھ تصرف کر کے لوگوں میں وہ پھیلایا کرتی تھی۔

جب رحمۃ العالمین حضرت آمنہ کے صدف عصمت میں قیام پذیر ہوئے تو رب العالمین نے شیاطین کا آسمانوں پر داخلہ ممنوع کردیا اور اگر کوئی استراق سمع کی کوشش کرتا تو اسے شہابِ ثاقب سے سنگسار کیا جانے لگا اس صورتِ حال کی وجہ سے شیاطین پریشان تھے اور ان کی وجہ سے ان کے وہ چیلے جو ان سے خبریں سن کر پھیلایا کرتے تھے وہ بھی سخت پریشان تھے۔

ان حالات میں زرقاء الھمامہ بھی سخت پریشان تھی اسے شیاطین نے بتایا کہ اللہ کے آخری نبی کی آمد قریب ہے اس لئے ان پر آسمانوں کے دروازے بند ہوچکے ہیں شیاطین نے اس کو ہدایت کی کہ وہ شہر مکہ جائے اور بنی ہاشم کی تازی بیوہ خاتون حضرت آمنہ کو کسی طرح سے قتل کرادے تو ان مخدرہ کے قتل کی وجہ

سے ان کے صدفِ عصمت میں پرورش پانے والا بچہ بھی شکمِ مادر میں مر جائے گا۔

اور اگر وہ مر گیا تو شیطان کو آزادی مل جائے گی اور بتوں اور بُت پرستی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا اور ابلیسی نظام مضبوط سے مضبوط تر ہو جائے گا چنانچہ ''زرقاء الہمامہ'' نورِ نبوت کو ان کی آمد سے قبل بجھانے کے لیئے یمامہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئی۔ اس کے تو پاس زر و دولت کی بہت سی تھیلیاں تھیں۔ الغرض وہ مکہ میں آئی اور وہ ''تکنا'' نامی ایک عورت کی مہمان ہوئی۔

تکنا نے اس کی خوب خاطر مدارات کی تھی ایک رات تکنا سوئی ہوئی تھی کہ کسی کی گفتگو سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسی نے کن آنکھوں سے دیکھا کہ کوئی زرقاء الہمامہ کے سرہانے بیٹھا اس سے یہ باتیں کر رہا ہے۔

کاھنة الھمام جاءت یری تھمام ستدرك الندوة اذا تاھامن له العمامه

یمامہ کی کاہنہ تہمامہ میں آئی ہے لیکن جب عمامہ باندھنے والا آئے گا تو اسے ندامت اٹھانا پڑے گی یہ باتیں ''تکنا'' بھی سن رہی تھی۔ پھر ''تکنا'' نے زرقاء الہمامہ سے یہ سُنا وہ اپنے مخاطب سے یہ کہہ رہی تھی کہ تم تو میرے وفادار ساتھی تھے اور ہمیشہ مجھ سے رابطہ کیا کرتے تھے لیکن ایک عرصہ سے تمہارا رابطہ ختم ہو گیا آخر اس کی کیا وجہ ہے۔؟

فریق ثانی نے جواب میں کہا کہ تمہیں معلوم تو ہے کہ ہمارا آسمانوں پر داخلہ

ممنوع ہو گیا اور شہاب ثاقب کا پہرا لگا دیا گیا ہے اب ہماری آسمانوں تک رسائی ممکن نہیں رہی۔ اس کا صرف یہی حل ہے کہ مکہ کے اس مولود کو ولادت سے پہلے مار دو۔ اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئیں تو ہمارا طاغوتی نظام دوبارہ فعال ہو جائے گا۔

دوسرا دن ہوا ''زرقاء الیمامہ پریشان بیٹھی تھی اس کی میزبان تکنا نے کہا کہ آپ پریشان کیوں ہیں؟

رزقاء الیمامہ نے کہا کہ تم جانتی ہو کہ میرا گھر یمامہ میں ہے اس وقت میں اپنے وطن اور خاندان سے دُور ہوں مجھے ان کی یاد نے ستایا ہے اور ہاں تم میرا ایک کام کر دو تو میں تمہیں مالا مال کر دوں گی یہ کہا اور اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی تکنا کو دی اور اس سے کہا تم بنی ہاشم کے گھر جاتی ہو اور عبداللہ کی تازہ بیوہ کی مشاطہ گھری کرتی ہو۔

آج تم وہاں جاؤ تو یہ زہر آلود خنجر بھی اپنے ساتھ لے جاؤ اور جب تم آمنہ بی بی کی مشاطہ گھیری کرو تو چپکے سے یہ خنجر ان کے پہلو میں مار دو اور اس کے بعد خود واپس چلی آؤ۔ اس سے آمنہ کی موت واقع ہو جائے گی اور اس کی موت سے اس کے صدفِ عصمت میں پرورش پانے والا بچہ بھی خود بخود مر جائے گا اور آج میں تمام اہلِ مکہ کو کھانے کی دعوت دے رہی ہوں جس میں بنی ہاشم کے تمام مرد بھی موجود ہوں گے۔ اسی طرح سے تمہارے کام میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔

اور تمہاری کامیابی پر میں تمہیں اور بھی اشرفیوں کی تھیلیاں دوں گی۔

چنانچہ زرقاء الیمامہ نے مکہ کے تمام مردوں کو کھانے کی دعوت دی اور پُرتکلّف کھانا تیار کرایا۔

ادھر تکنا اپنے مشن پر روانہ ہوئی وہ حضرت آمنہ کے پاس آئی اور بی بی کی کنگھی چوٹی شروع کر دی۔ اس اِثنا میں اس نے اپنا زہر آلود خنجر نکالا۔ چاہا کہ اسے بی بی کے پہلو میں پیوست کر دے لیکن ایک غیبی ہاتھ نمودار ہوا جس نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر وہ خنجر خود اس عورت کے پہلو میں پیوست کر دیا۔

خنجر زہر آلود تھا جیسے ہی اسے لگا تو وہ تڑپنے لگی بی بی آمنہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ اس نے سارا ماجرا بی بی کو سنایا اور کہا کہ میں تو مرنے والی ہوں تم اپنے مردوں کو بلاؤ اور زرقاء الیمامہ کو پکڑو کہیں وہ یہاں سے بھاگ نہ جائے۔ کچھ دیر بعد وہ مشاّطہ مر گئی۔ بنی ہاشم کی خواتین نے اپنے مردوں کو بلایا اور جو کہ دعوت میں موجود تھے۔ جیسے ہی زرقاء الیمامہ نے بنی ہاشم کے مَردوں کو تیزی سے جاتے ہوئے دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ اس کا منصوبہ کامیاب ہو گیا ہے۔ لٰہذا اس نے بھاگ جانے ہی میں اپنی عافیت محسوس کی اور حیلہ بہانے سے اس دعوت سے رخصت ہو کر چلی گئی۔ بنی ہاشم کے مرد اس کی تلاش میں نکلے لیکن وہ ہاتھ نہ آئی اس طرح سے خداوند عالم نے وجود محمدیؐ کی حفاظت فرمائی۔

(ماخوذ از بحار الانوار جلد ششم)

۲۲۔ آنحضرت کی ولادت پر طاقِ کسریٰ اور سدِّ دجلہ کا شگافتہ ہونا

کتاب نجوم میں سید ابن طاؤوسی نے وہب بن منبہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایرانی بادشاہ کسریٰ نے دریائے دجلہ کے کنارے ایک محفوظ بند باندھا اور اس بند کے کنارے اپنا عظیم الشان محل تعمیر کرایا۔

اُس دور میں اس جیسا شاہی محل کسی بھی بادشاہ کا نہیں تھا اس نے اس محل میں اپنا تاج ایک بلند مقام پر رکھ دیا۔ دن کے وقت وہ اس تاج کے نیچے اپنے تخت پر بیٹھ کر حکومت کے فیصلے کیا کرتا تھا۔

کسریٰ کو منجمین اور کاہنوں پر بڑا اعتماد تھا اس نے اپنے دربار میں تین سو ساٹھ منجم رکھے ہوئے تھے اور انھیں بھاری بھرکم تنخواہیں دیتا تھا۔ ان نجومیوں اور کاہنوں کا سردار ایک عرب تھا جس کا نام سائب تھا۔

بادشاہ کا دستور تھا کہ وہ ہر مشکل معاملہ بھی نجومیوں سے مشورہ لیتا تھا اور ان کی رائے پر عمل کرتا تھا۔

ماہِ ربیع الاوّل کی جس بابرکت شب میں رسولِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادتِ باسعادت ہوئی تو ایوانِ کسریٰ کے کچھ کنگرے گر گئے اور محل میں شگاف آ گیا۔

صبح ہوئی تو بادشاہ نے دیکھا کہ اس کے عالیشان محل کے کئی کنگرے گر چکے تھے اور دیواروں میں شگاف آچکا تھا پھر اسے یہ اطلاع بھی ملی کہ دجلہ پر اس نے

جومضبوط بند بندھوایا تھاوہ بھی ٹوٹ چکا ہے۔

ان واقعات سے کسریٰ سخت پریشان ہوا، اور بظاہر اسے ان واقعات کا سبب بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

الغرض اس نے نجومیوں کو بلایا اوران سے کہا کہ کسی زلزلہ کے بغیر میرے محل میں دراڑیں پڑگئیں اور کچھ کنگرے زمین بوس ہوگئے پھر ہمارا مضبوط مستحکم بند بھی ٹوٹ گیا۔آخران حادثات کے پیچھے کون سا امر کارفرما ہے۔؟

نجومیوں نے اس سے تین دن کی مہلت طلب کی ،ان دنوں میں انھوں نے علمِ نجوم سے راہ نمائی حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن انھیں کہی سے بھی اُمید کی کرن دکھائی نہ دی۔ نجومیوں کا سربراہ ایک دن لیٹا ہوا تھا اس نے دیکھا کہ ستارے حرکت میں آئے اور یہ بھی دیکھا کہ حجاز کی سمت سے ایک بجلی چمکی اور اس کی روشنی مشرق کی طرف پھیلی اور مدائن اور ایران وروم کے دیگر شہروں پر بھی ان کا نور چمکا اس غیبی اشارہ سے ،سائب نے اندازہ لگالیا کہ خاتم الانبیاء کی ولادت ہوچکی ہے۔

چنانچہ اس نے اپنے ماتحت تمام منجمین کو جمع کیا اور اپنے مشاہدہ کو ان کے سامنے بیان کیا اور یہ کہا کہ ہمارے علوم کی ناکامی کی وجہ بھی یہی ہے کہ نور ہدایت طلوع ہو چکا ہے اس لیئے ہمارے سفلی علوم غیر موثر ہو چکے ہیں اور کسریٰ کے محل کے کنگروں کا گرنا اوراس کے محل کی دیواروں میں شگاف پڑنا اور

دریائے دجلہ کے مستحکم بند کا ٹوٹنا قدرت کی طرف سے یہ وارننگ ہے کہ عنقریب کسریٰ کے محل اور تخت وتاج پر اس نبی کی اُمت قابض ہوجائے گی۔لیکن ہماری مجبوری یہ ہے کہ اگر ہم نے کسریٰ کو ان حالات سے آگاہ کیا تو وہ ناراض ہوجائے گا اور ہم سب کو قتل کرادے گا۔اس لیئے ہم کسریٰ کو اصل حقیقت سے بے خبر رکھیں گے اور اس سے یہ کہیں گے کہ آپ کا محل اور دریا دجلہ کا بند اس لیئے ٹوٹا کہ جب آپ نے یہ چیزیں بنوائی تھیں تو وہ ساعت اور گھڑی نحس تھی۔ چنانچہ اس ساعت کی نحوست کی وجہ سے آپ کا یہ نقصان ہوا ہے اور اگر آپ دوبارہ تعمیر کے خواہش مند ہیں تو پھر کسی شبدھ گھڑی میں اس کام کا آغاز کرائیں۔

چنانچہ تین دن گزرنے کے بعد کسریٰ نے نجومیوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان سے ان واقعات کی وجہ دریافت کی نجومیوں نے پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت جواب دیا کہ آپ کا محل اور دریائے دجلہ کا بند جس ساعت میں بنایا گیا تھا وہ ساعتِ بد تھی اس لیئے ان چیزوں کو گزند پہنچا اور اگر آپ اسے دوبارہ تعمیر کرانا چاہیں تو ہم آپ کو نیک گھڑی بتائیں گے اور اگر آپ نے ہماری بتائی ہوئی گھڑی پر تعمیر شروع کرائی تو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

پھر انھوں نے بادشاہ کو نیک ساعت بتائی بادشاہ نے ان کی بتائی ہوئی ساعت کے مطابق اپنے محل اور دربار کے بند کی تعمیر شروع کرائی اور مذکورہ تعمیر آٹھ ماہ تک جاری رہی اور اس پر بے پناہ دولت خرچ ہوئی جب تعمیر مکمل ہوگئی تو بادشاہ نے

نجومیوں کو بلا کر اُن سے کہا کہ اب تم لوگ مطمئن ہو؟

انھوں نے جواب دیا کہ جی ہاں اب ہم بالکل مطمئن ہیں بادشاہ نے کہا کہ اب اگر میں دریا کے بند پر سیر کے لیئے جاؤں تو اس سے مجھے کوئی نقصان تو نہیں ہوگا۔؟

نجومیوں نے کہا کہ آپ مطمئن ہو کر جائیں۔اب آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔

الغرض بادشاہ دریائے دجلہ کے بند پر سیر کے لیئے روانہ ہوا ابھی اس نے تھوڑی سی منزل طے کی تھی کہ اچانک دریا کا بند ٹوٹ گیا اور بادشاہ دریائے دجلہ میں جا گرا۔لوگوں نے بڑی مشکل سے اسے دریا کی لہروں سے نکالا اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے نجومیوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ میں نے تم لوگوں کو اپنا مقرب بنایا اور میں تمھیں بھاری بھر کم تنخواہیں دیتا ہوں مگر تم نے میری خیر خواہی نہیں کی پھر بادشاہ نے ان میں سے ایک سو نجومیوں کو قتل کرا دیا بقیۃ السیف نجومیوں نے بادشاہ سے معافی طلب کی اور کہا کہ آپ ہمیں معاف کر دیں ہم سے نیک ساعت کے تعین میں غلطی صادر ہوئی تھی۔اب ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم پوری ذمہ داری سے نیک ساعت کی نشان دہی کریں گے اگر آپ نے ہماری بیان کردہ میں تعمیر شروع کرائی تو وہ تعمیر انتہائی مستحکم اور مضبوط ہوگی۔الغرض نجومیوں نے ایک اور ساعت بیان کی بادشاہ نے ان کی بیان کردہ ساعت کو مبارک سمجھتے ہوئے دریا کے بند کو از سرِ نو تعمیر کرانا شروع کر دیا اور بند بھی آٹھ ماہ

کے عرصہ میں مکمل ہوا۔ بادشاہ نے نجومیوں سے کہا کہ اب بتاؤ کیا میں اس بند کی سیر کے لیئے جاسکتا ہوں؟ اور کہا اس سیر میں مجھے کوئی نقصان تو نہیں ہو گا۔

نجومیوں نے پوری ذمہ داری سے کہا کہ آپ کسی خوف وخطر کے بغیر اس بند کی سیر کر سکتے ہیں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے لیئے گھوڑا تیار کیا جائے تا کہ وہ دریا کی سیر کر سکے۔

الغرض بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر دریا کے بند پر سفر کر رہا تھا کہ اچانک بند میں سوراخ ہوا اور بادشاہ گھوڑے سمیت دریا میں جا گرا وہاں پر موجود ملاحوں نے بمشکل اسے لہروں سے نکالا اس بار اگر ملاّح اس کی مدد نہ کرتے تو اس کا زندہ نکلنا محال تھا اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے تمام نجومیوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ اگر تم نے مجھے اصل حقیقت سے آگاہ نہ کیا تو میں تم سب کو تہ تیغ کر دوں گا۔ نجومیوں نے کہا کہ پہلی بار جب بند ٹوٹا تھا تو ہم نے اپنے علوم کی طرف رجوع کیا تھا لیکن ہمارے علوم معطل ہو چکے تھے ہمیں آپ کے محل کے کنگروں کے گرنے اور دریا کے بند ٹوٹنے کا کوئی سبب معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے بعد ہم تخمین وظن سے کام لیتے رہے اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اساتذہ فن نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ یہ علوم اس وقت تک کار آمد رہیں گے جب تک آخری نبی کی ولادت نہیں ہو جاتی اور جب آخری نبی کی ولادت ہو گی تو یہ علوم معطل ہو جائیں گے۔

بادشاہ سلامت! ہمیں یہ خوف تھا کہ اگر ہم نے آپ کو اصل وجہ بتائی اور ہم یہ کہا کہ وہ نبی پیدا ہو چکا ہے لہٰذا آپ کی حکومت کا وقت ختم ہونے والا ہے تو آپ ہمیں قتل کرا دیتے۔ اسی ڈر کی وجہ سے ہم نے آپ کو حقیقت حال سے بے خبر رکھا تھا۔ نجومیوں کی یہ بات سن کر کسریٰ نے کہا کہ کاش یہ بات تم مجھے پہلے ہی دن بتا دیتے تو میں اتنے اخراجات نہ کرتا اور تمہارے ایک سو ساتھیوں کو بھی قتل نہ کرتا۔ اس کے بعد بادشاہ نے بند باندھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

۲۳۔ شاہِ ایران کے نام آنحضرت کا مکتوبِ گرامی

بحار الانوار جلد ششم میں مرقوم ہے کہ جب ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملات میں پختگی آئی تو آپ نے مختلف حکمرانوں کو خط روانہ کئے۔ آپ نے دیگر حکام و سلاطین کی طرح سے شاہ ایران پرویز کو بھی ایک خط تحریر کیا تھا جس میں اسے اسلام لانے کی دعوت دی گئی تھی۔

عبداللہ بن حذانہ بن قیس آپ کا مکتوب گرامی لے کر مدائن گئے تھے اور انھوں نے آپ کا وہ مکتوب شاہِ ایران کے سامنے پیش کیا تھا جب مترجمین کی زبانی اسے آپ کے خط کے مندرجات کا علم ہوا تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور بہت سی ناسزا باتیں کہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ مبارک کو پھاڑ دیا تھا۔

جب رحمۃ اللعالمین کو اس کے متکبرانہ عناد کی خبر ملی تو آپ نے بددعا دیتے ہوئے

فرمایا کہ اس نے میرا خط نہیں پھاڑا خدا نے اس کے ملک وسلطنت کو پھاڑ دیا ہے۔

پھر پرویز نے یمن کے گورنر باذان کو خط لکھا کہ تمہارے قریب ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔ دو مضبوط اور حجر بہ افراد کو بھیج کر اسے گرفتار کر لو اور اس کے حالات لکھ کر مجھے بھیجو۔ چنانچہ حاکم یمن باذان نے دو افراد کو مدینہ بھیجا ان میں سے ایک کا نام بانو یہ اور دوسرے کا نام خرخسک تھا۔ یہ دونوں مدینہ منورہ آئے انھوں نے داڑھی منڈوائی ہوئی تھی اور بڑی بڑی مونچھیں رکھی ہوئی تھیں۔ دورانِ گفتگو رسولِ خدا نے ان سے فرمایا کہ تمہیں داڑھی منڈوانے اور مونچھیں رکھنے کا حکم کس نے دیا ہے؟

انھوں نے کہا کہ ہمارے رب کسریٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے داڑھی رکھنے اور مونچھیں منڈوانے کا حکم دیا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ آج رات یہاں قیام کرو۔ تمہارا جواب میں کل دوں گا۔

دوسرے دن وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم کس کے حکم پر مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہو؟

انھوں نے کہا کہ ہم شاہ ایران پرویز کے حکم پر عمل کرنے کے لیئے آئے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ تم واپس چلے جاؤ فلاں رات فلاں مہینہ میں اس کے بیٹے نے اسے قتل کر دیا ہے اب وہ فارس کا حکمران نہیں ہے اور وہاں جا کر باذان سے

کہو کہ اب ہمارا معالہ ساری دنیا پر چھانے کو ہے اگر وہ ہماری اطاعت کر لے تو ہم اسے یمن کی حکومت پر قائم رکھیں گے۔

پھر آپ نے ایک سنہری کمر بند خر خسک کے حوالے کیا اور فرمایا کہ میری طرف سے یہ زر بن کمر بن باذان کو پہنچاؤ الغرض باذان کے بھیجے ہوئے دونوں نمائندے یمن واپس آئے اور باذان کو رسولِ خدا کا پیغام پہنچایا اس۔ میں خسرو پرویز کے بیٹے کا خط بھی باذان کو ملا جس میں اس نے لکھا کہ میرے والد کا رویہ انتہائی غلط تھا۔ اس نے فارس کے اشراف کو قتل کیا تھا اس لیے میں نے اسے قتل کر دیا ہے اور میرے والد نے آپ کو عرب کے جس نبی پر سختی کرنے اور گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا میں اس حکم کو منسوخ کرتا ہوں۔ اس واقعہ کے بعد باذان اور یمن میں رہائش پذیر کچھ اشرافِ فارس نے اسلام قبول کیا تھا۔

۲۴۔ نقال فرشتے

معاصر عالم اخوند ملا محمود عراقی نے اپنی کتاب ''دارالسلام'' کے اول و آخر میں امام عصرؑ کے احوال میں مرحوم حاج مُلّا مہدی نراقی سے نقل کیا ہے انھوں نے کہا:

یہ اس زمانہ کی بات ہے جب میں نجف اشرف میں مقیم تھا ایک بار نجف اور اس کے ارد گرد قحط کی سی صورت حال پیدا ہو گئی دوسروں کی طرح سے میں بھی قحط سے شدید متاثر تھا۔ اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ میں کثیر العیال تھا کھانے کیلئے

غلہ بڑی مشکل سے حاصل ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ میں اسی پریشانی کے عالم میں نجف کے تاریخی قبرستان وادی السلام میں گیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ جنازہ اٹھائے ہوئے آرہے ہیں میں نے بھی جنازہ کی مشایعت شروع کی پھر اچانک منظر بدل گیا وہاں ایک عالی شان باغ نمودار ہوا جس میں طرح طرح کے پھل اور پھول تھے اور ہر طرف فوارے چل رہے تھے۔ باغ میں ایک خوبصورت محل تھا۔ وہ جنازہ کو لے کر محل میں داخل ہوئے میں بھی ان کے ساتھ محل میں داخل ہوا۔

انھوں نے وہاں پر موجود تخت پر اس شخص کا جنازہ رکھا اور وہ تخت پر پہنچتے ہی اُٹھ بیٹھا پھر اس نے مجھ پر سلام کیا میں نے اسے جواب دیا اور اس نے مجھے اشارے سے اپنے پاس آنے کو کہا میں اس کے ساتھ اس کے تخت پر جا بیٹھا۔

پھر اس نے کہا کہ شاید آپ نے مجھے نہیں پہچانا میں وہی جنازہ ہوں جیسے یہاں لایا گیا ہے اور میں فلاں شہر کا باسی ہوں۔ یہ لوگ جو مجھے یہاں لائے ہیں یہ انسان نہیں ہیں بلکہ نقال فرشتے ہیں یہ مجھے میرے شہر کے گورستان سے اٹھا کر یہاں لائے ہیں جب میں نے اس جوان سے یہ باتیں سنیں تو اس سے میرا خوف وحُزن دور ہو گیا۔

میں نے جوان سے اجازت طلب کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں کے باغات کی سیر کر لوں؟

جوان نے اجازت دی تو میں باغ و باغیچہ کی سیر کرنے چلا گیا۔ وہاں کچھ اور محل بھی تھے۔ وہاں میری ملاقات میرے والدین سے ہوئی اور مجھ میرے شہر کے چند دیگر مومن بھی دکھائی دیئے۔ انھوں نے مجھ سے میرے اور شبر کے حالات دریافت کیئے میں نے قحط کی شکایت کی۔ میرے والد نے ایک حجرہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اس میں چاول رکھے ہیں تم اپنی چادر میں چاول بھر لو اور وہ چاول گھر لے جاؤ میں نے چادر میں چاول ڈالے اور پھر اچانک وادی السلام کا ویران قبرستان پھیلا ہوا تھا۔ البتہ میری چادر میں وہ چاول موجود تھے میں چاول لے کر اپنے گھر آیا اور ایک طویل عرصہ تک گھر میں چاول پکاتا رہا۔ اور میرا پورا خاندان چاولوں سے استفادہ کرتا رہا۔

ایک عرصہ بعد مجھ سے غلطی ہوئی میں نے لوگوں کے سامنے سارا واقعہ بیان کیا اس کے بعد وہ چاول ختم ہو گئے۔

۲۵۔ نقلِ میت کا ایک اور واقعہ

مذکورہ کتاب میں نجف کے ایک عابد و زاہد شخص کی زبانی اس واقعہ کو بھی نقل کیا گیا ہے۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک شام کو میں وادی السلام میں اہلِ قبور پر سلام پڑھنے میں مشغول تھا اس اثنا میں میں نے یہ دیکھا کہ ایک شخص جو کہ عظمت و جلال کا پیکر

تھا وہ ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اور اس کے پیچھے گھڑ سواروں کا ایک دستہ بھی تھا۔

میں اس شخص کے قریب گیا اور اسے سلام کیا۔ اس شخص نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے جلوس میں موجود ایک سوار نے کہا کہ ہم نقل فرشتے ہیں اور جس شخص کو آپ نے دیکھا ہے وہ "اہواز" کا رہائشی ہے اور اس کی وفات بھی اس کے شہر میں ہوئی تھی اب ہم اسے وہاں سے یہاں لائے ہیں۔ اب تم ہمارے ساتھ آئے ہوئے ہو آؤ قدرت کا یہ نظارہ بھی دیکھ لو۔

الغرض میں اس جلوس کے ساتھ آگے بڑھا تو مجھے وہاں ایک وسیع وعریض جگہ دیکھی۔ مَیں نے اس سے زیادہ خوبصورت جگہ زندگی میں کبھی نہیں دیکھی تھی۔

پھر ایک گھڑ سوار گھوڑے سے اترا اور اس اہوازی کو بھی گھوڑے سے اتارا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک عالی شان محل میں لے گیا اور اسے صدرِ مجلس میں بٹھایا۔ اس کے بعد اس کے سامنے مختلف ماکولات ومشروبات پیش کیے گئے۔ اس شخص نے مجھے بھی اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی۔ میں بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس شخص نے کہا کہ جانتے ہو کے میں نے تم سے یہ سلوک روا کیوں رکھا؟

میں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو اس نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے

میں تمہارے والد کا مقروض ہوں میں نے ان سے کچھ گندم ادھار لی تھی جسے میں واپس نہیں کر سکا تھا۔ اب آپ آ گئے ہیں تو میں وہ اُدھار واپس کرنا چاہتا ہوں۔

پھر اس نے کہا کہ سامنے کمرے میں گندم رکھی ہے آپ وہاں سے اپنی مرضی کے مطابق گندم لے جائیں۔

میں نے اپنی عبا میں گندم بھر لی اس کے بعد منظر بدل گیا نہ تو وہاں کوئی باغ تھا اور نہ ہی کوئی محل تھا۔ لیکن میری عبا میں گندم خاص مقدار موجود تھی۔ میں ایک عرصہ تک اس گندم کا آٹا پیس کر روٹی کھاتا رہا پھر مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نے کچھ لوگوں کو یہ واقعہ سنایا تو اس کے بعد گندم غائب ہو گئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جس صالح انسان کو وادی السلام میں منتقل کیا گیا تھا اس کا تعلق عام شیعوں سے تھا وہ نہ تو عالمِ دین تھا اور نہ ہی سید زادہ تھا۔

۲۶۔ ایک نجفی عالم کے جسد خاکی کا نجف میں منتقل ہونا

مذکورہ کتاب میں سیّد جلیل سیّد مرتضیٰ خراسانی اور دیگر کو صالحین نجف سے یہ واقعہ منقول ہے۔

نجف اشرف کا رہائشی ایک عالم دین بیت اللہ کی زیارت کے مقصد سے مکہ گیا اس کے ساتھ کچھ دیگر صالح افراد بھی اس سفر میں موجود تھے۔

مکہ سے واپسی پر ایک بیابان میں ان کی وفات ہوگئی ان کے جنازہ کو نجف لانا ممکن نہ تھا۔ ان کے ساتھیوں نے اس بیابان میں انھیں دفن کر دیا اور کہنے لگے کہ وہ ہمارے رفیق سفر تھے۔ لہٰذا آج رات ہم ان کے احترام میں یہیں بیابان میں بسر کریں گے اور مرحوم کی قبر پر ایک خیمہ سا لگا دیا اور ایک شخص سے کہا کہ آج آپ پوری رات اس قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن خوانی کریں۔ کل جب سورج طلوع ہوگا تو ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے الغرض اس شخص نے ساری رات قبر کے سرہانے بیٹھ کر قرآن حکیم کی تلاوت کی اور جیسے ہی نماز شب کا اوّل وقت ہوا تو وہ سبحان اللہ اور ماشاءاللہ کہتے ہوئے خیمہ سے باہر آیا۔

ساتھیوں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ مرحوم نجف اشرف چلے گئے ہیں۔ سب نے تعجب سے یہ بات سُنی اور اس سے اس کی وضاحت طلب کی اس شخص نے بتایا کہ میں پوری رات قرآن خوانی میں مصروف رہا میں ابھی خیمہ سے نکلا کے تجدید وضو کر کے نماز شب ادا کروں جیسے ہی میں وضو کر کے لوٹا تو میں نے عجیب منظر دیکھا خیمہ کے دروازے پر تین گھوڑے موجود ہیں دائیں بائیں گھوڑے پر ایک ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جب کہ درمیانی گھوڑا خالی تھا۔ میں نے خیمہ میں نگاہ ڈالی تو ہمارے مرحوم ساتھی عالی شان لباس پہنے تیار بیٹھے تھے وہ خیمہ سے باہر آئے اور خالی گھوڑے پر سوار ہوئے دو گھوڑا سواروں نے ان کی رکابوں کو تھاما اور وہ گھوڑے پر بیٹھ کر جانے لگے۔ میں نے ان کے

گھوڑے کی رکاب کو پکڑا اور کہا یا حضرت! آپ کہا جا رہے ہیں؟

فرمایا کہ خداوندِ عالم نے نقال فرشتے بھیجے ہیں میں ان کے ساتھ نجف اشرف جا رہا ہوں۔

میں نے کہا کہ خدارا مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ انھوں نے کہا کہ فی الحال یہ بات ناممکن ہے۔ تم تین دنوں کے بعد ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔

یہ بیان سُن کے سب متعجب ہوئے اور خیمہ میں آ کر دیکھا تو قبر کھلی ہوئی تھی اس میں مردے کا نام ونشان تک موجود نہ تھا۔ ساتھی پتھر ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر یہ شخص تین دن بعد مر گیا تو سمجھیں گے کہ اس کی روایت صحیح ہے ورنہ ہم اسے جھوٹا تصور کریں گے۔

الغرض وہ روایت کرنے والا شخص تین دن تک ان کے ساتھ رہا اور جیسے ہی چوتھا دن ہوا تو اس کی وفات ہوگئی۔ اس کی وفات سے سب دوستوں کو یقین ہو گیا کہ اس کی بیان کردہ روایت صحیح تھی۔

۲۷۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شفاعت کا اثر:

مذکورہ کتاب میں حاج الحرمین میرزا مہدی اشتہانی سے حسب ذیل حکایت منقول ہے انھوں نے کہا کہ مجھ سے حرمِ حسینؑ کے خادم حاج محمود نے یہ واقعہ بیان کیا انھوں نے کہا کہ حرمِ حسین علیہ السلام میں کفش برداری کے فرائض سرانجام

دیتا رہا۔ سارا دن زائرین آتے رہے اور میں ان کی خدمت کرتا رہا رات ہوگئی۔ نصفِ شب کے وقت ہم نے حرمِ حسینیؑ کے تمام دروازے بند کردیئے اور خدامِ حرم سو گئے۔ اتفاق سے میں بیدار تھا اور اس رات میری آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی کہ اچانک میں نے دیکھا کہ دو افراد آئے اور انھوں نے صحنِ حسینی میں بنی ہوئی ایک تازہ قبر کو کھودنا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے وہاں پر مدفون مُردہ کو قبر سے نکالا مُردے نے چیخنا شروع کردیا کہ خدارا مجھے یہاں سے کہیں اور نہ لے جاؤ

لیکن انھوں نے سُنی ان سُنی کردی۔ پھر جب مردہ ان سے مایوس ہوگیا تو اس نے چیخ کر حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا۔

اِهٰكَذَا يُفْصَلُ بِجَارِكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ

ابوعبداللہ! کیا آپ کے ہمسایوں سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے؟ محمود کفش بردار کا بیان ہے کہ اتنے میں امام حسین علیہ السلام کی حرم سے آواز گونجی جس سے دیواریں تک لرز گئیں۔

آپ نے فرمایا: ''رُدُّوْهُ، رُدُّوْهُ''

اسے دوبارہ پلٹا دو۔ کسی اور جگہ مت لے جاؤ چنانچہ وہ دونوں افراد یہ حکم سن کر چلے گئے اور ہم نے جا کر اس قبر کا جائزہ لیا تو مردہ وہاں محوِ آرام تھا البتہ قبر پھٹی ہوئی تھی

مولف عرض کرتا ہے کہ بہت سے علمائے اعلام نے اپنے وارثوں کو یہ وصیت نہیں کی کہ میرا جنازہ نجف یا کربلا لے جا کر دفن کرنا اور اس عدم وصیت کی وجہ یہ ہے کہ انھیں یقین ہے کہ وہ جہاں بھی ہوں گے خدا کے نقال فرشتے انہیں وہاں سے کسی دوسری مناسب جگہ پر منتقل کر دیں گے۔

۲۸۔ غیبت امام علیہ السلام بھی ایک لطفِ الٰہی ہے

کتاب معدن الاسرار میں ثقہ افراد کی زبانی استاد الاساتذہ محمد باقر بن محمد اکمل بہبہانی سے منقول ہے کہ میرا دستور تھا کہ میں روازنہ نمازِ فجر کے بعد درسِ حدیث دیتا تھا ایک دن میں نے اپنی گفتگو کے درمیان خرائج راوندی کی یہ روایت بیان کی کہ معصوم کا فرمان ہے کہ اپنے امام کے ظہور کے لیئے زیادہ گڑگڑا کر دعائیں نہ کرو۔ کیونکہ تم میں سے بہت سے افراد ان کے عادلانہ نظام کو برداشت نہیں کر سکتے۔ پھر میں نے کہا امام علیہ السلام کی غیبت ہمارے لیے ایک پردہ ہے اور یہ بھی لطفِ الٰہی ہے۔

پھر میں نے دیکھا کہ مجمع میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور بعد ازاں یہ آوزایں آنے لگیں کہ یہ شیخ نہیں چاہتا کہ امام علیہ السلام کا ظہور ہو۔

میں نے عافیت اسی میں جانی کہ منبر چھوڑ کر گھر چلا جاؤں ورنہ سامعین میری بے ادبی کریں گے۔

چنانچہ میں نے منبر چھوڑا اور سیدھا گھر آ گیا اور اپنے گھر کا دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

ایک گھنٹہ کے بعد دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو میرا ایک مقتدی دروازے پر کھڑا تھا اور اس نے کہا کہ آپ اپنا جائے نماز مصلّٰی مسجد میں بھول آئے ہیں میں وہی مصلّی آپ کو واپس کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے اس سے مصلّی میں اور اس نے مجھے سخت سُست کہتے ہوئے کہا۔

تو مرتد ہے۔ تو امام زمانہ کے ظہور کو ناپسند کرتا ہے ہم نے ایک عرصہ تک تیری اِقتدا میں نمازیں پڑھی ہیں اور تم نے ہماری عبادت کو باطل کیا ہے۔

یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا اس کے بعد میں نے اپنے دروازے کو اچھی طرح سے بند کردیا۔ اور سوچا کہ چند دنوں تک دروازہ کو بند ہی رکھوں گا۔ تاکہ کسی کی گالم گلوچ نہ سننا پڑیں۔ جیسے ہی رات ہوئی اور نصف شب کا وقت ہوا تو کسی نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں ڈرتے ڈرتے دروازے کے قریب گیا اور پوچھا کہ کون ہے۔

مجھے اس شخص کی آواز سنائی دی وہ بڑی عاجزی اور تفرع کے ساتھ مجھ سے دروازہ کھولنے کی استدعا کررہا تھا میں نے کہا کہ تم نے صبح جو گالیاں دی تھیں ابھی تک اس کی تلخی باقی ہے اب کیا لینے آئے ہو۔

اس نے مجھے خدا اور رسولؐ کے واسطے دیئے اور رو رو کر کہا کہ خدارا دروازہ کھولیں۔

میں نے مجبور ہو کر دروازہ کھولا جیسے ہی دروازہ کھلا تو وہ شخص بے ساختہ میرے قدموں میں گر گیا اور مجھ سے معافیاں مانگنے لگا۔ اور میرے ہاتھ پاؤں کو چومنے لگا۔

میں نے اس سے کہا کہ صبح تو تو نے مجھے مرتد اور بے دین کہا تھا اب تم کیا لینے آئے ہو؟

اس نے رو رو کر کہا کہ خدا کے لیئے میری جسارتوں کو معاف کر دیں آج رات میں نے مغرب و عشا کی نماز پڑھی اور بستر پر سو گیا عالمِ خواب میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت صاحب الامر کا ظہور ہو گیا ہے میں بڑی تیزی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

تو نے جو عبا پہن رکھی ہے یہ فُلاں کے مال سے خریدی گئ ہے تو نے نادانی میں یہ پہن رکھی ہے۔ لہذا عبا اس کے مالک کے سپرد کر دے۔

میں نے عبا اتاری اور اس کے اصل مالک کے سپرد کی پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ قبا بھی تیری نہیں ہے اس کا اصل مالک فلاں شخص ہے یہ اسے واپس لوٹا دے۔

میں نے حکم پر عمل کیا پھر آہستہ آہستہ امام نے میرے لباس پر اعتراضات کیئے میں نے اپنے جانگیئے کے علاوہ سب کپڑے اتار دیئے۔

بعد از انھوں نے میرے گھر کے برتنوں اور میرے مویشیوں اور جائیداد پر اعتراضات کیئے اور فرمایا کہ یہ سب کچھ تیرا نہیں ہے یہ تمام اموال ان کے مالکوں کے سپرد کر دے۔

الغرض میں نے وہ تمام ساز و سامان لوگوں کے سپرد کر دیا پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس عورت سے تو نے نکاح کر رکھا ہے یہ تیری رضاعی بہن ہے اور تیرا اس سے نکاح حرام ہے۔تو اسے فوراً طلاق دے کر اسے اس کے میکے کے حوالے کر دے۔

میں نے اس پر بھی عمل کیا پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرا یہ بیٹا بھی ناجائز ملاپ کی پیداوار ہے کیونکہ تیری بیوی تجھ پر حرام تھی اور اسی کے بطن سے یہ پیدا ہوا ہے جب کہ تیرے لیئے اس سے جنسی تعلقات حرام تھے یہ اسی حرام تعلقات کا ثمر ہے۔لہٰذا یہ تلوار اٹھا اور اسے قتل کر دے۔

جب میں نے یہ حکم سُنا تو مجھے سخت غصہ آیا میں نے کہا کہ خدا کی قسم! آپ نہ تو سیّد ہیں اور نہ ہی اولادِ زہرؑا میں سے ہیں اور آپ ہر گز وہ صاحب الزماں نہیں ہیں جن کے ہم منتظر ہیں۔

میں نے جیسے ہی یہ الفاظ کہے تو میں نیند سے بیدار ہو گیا اور ہم لوگ امام علیہ السلام کے استقبال کے لیئے پوری طرح سے تیار نہیں لہٰذا امام کی غیبت ہم جیسے گنہگاروں کے لیئے خدائی پردہ اور لُطف خداوندی ہے۔

۲۹۔ ہم ابھی تک استقبالِ امامؑ کے لیئے پوری طرح سے تیار نہیں ہیں

بہت سے ثقہ افراد کا بیان ہے کے ایک مرتبہ نجف اشرف کے عابد و زاہد اور تقدس مآب افراد ایک جگہ پر جمع ہوئے اور انھوں نے آپس میں کہا کہ خدا جانے امام زمانہؑ کے ظہور میں تاخیر کیوں ہے؟ جب کہ روایات میں تو یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ جب تین سو تیرہ کامل الایمان افراد موجود ہوں گے تو امام علیہ السلام غیبت کے پردہ سے تشریف لائیں گے اور ظلم وجود سے بھری ہوئی دنیا کو اپنے عدل وانصاف سے بھر دیں گے اور اب حالت یہ ہے کہ اگر باقی شہروں کے کامل الایمان افراد سے صرفِ نظر بھی کر لیا جائے تو اس وقت نجف اشرف میں اس سے کہیں زیادہ تعداد میں کامل الایمان مومن رہائش پذیر ہیں۔

اس کے بعد صالحین کی اس جماعت نے نجف کے دیگر تمام صالحین کو دعوت دی اوسب سے کہا کہ وہ اپنے سے بہتر مومن کی نشان دہی کریں۔

الغرض لوگ ایک دوسرے کی نشان دہی کرتے رہے۔ آخر میں سب کے حسنِ ظن کا مرکز ایک عابد و صلح شخص قرار پایا صالحین نجف نے اس سے التماس کی کے آج رات آپ وادی السلام میں ہم سب کے نمائندے بن کر جائیں اور امام علیہ السلام سے رابطہ کریں اور ان سے یہ معلوم کریں کہ ان کی غیبت کی آخر کیا وجہ ہے۔

رات ہوئی وہ عابد وزاہد شخص پورے اخلاص ویقین کے ساتھ وادی السلام میں گیا۔

الغرض وہ شخص ساری رات غائب رہا اور دن چڑھتے واپس آ گیا جہاں تمام صالحین نجف اس کے منتظر تھے۔

صالحینِ نجف نے اس سے احوال دریافت کیئے تو اس نے بتایا میں رات جیسے ہی وادی السلام میں گیا تو کافی دیر تک وہی چلتا رہا اور امام زمانہؑ کو صدائیں دیتا رہا۔

پھر اچانک منظر بدل گیا مجھے اپنے سامنے ایک خوبصورت شہر دکھائی دیا میں اس شہر کے دروازے پر پہنچا اور پہرداروں سے پوچھا کہ یہ کون سا شہر ہے؟

مجھے بتایا گیا کہ یہ صاحب الزمانؑ کا شہر ہے نام سنا تو میری خوشیوں کی حد نہ رہی میں نے کہا کہ مجھے امام صاحب الزمانؑ سے ملنا ہے۔

مجھے دربانوں نے اندر داخل کیا اور حضرت کے محل کی نشان دہی کی میں وہاں پہنچا تو وہاں بھی دربان کھڑے تھے میں نے کہا کہ مجھے اپنے آقا ومولا سے ملنا ہے۔لہٰذا آپ حضرات میری ان سے ملاقات کرا دیں۔

کچھ دیر کے بعد ایک دربان واپس آیا اور کہا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ کل صبح ہماری تمہاری ملاقات ہوگی۔

امام علیہ السلام نے اس شہر کے سب سے بڑے سردار کی صاحبزادی سے تمہارا

عقد کر دیا ہے۔ لہٰذا تم وہاں جاؤ اور اس سردار کو امام کا یہ پیغام پہنچاؤ وہ اپنی بیٹی سے تمہارا عقد کر دے گا۔ پھر رات دلہن کے ساتھ بسر کر کے یہاں آ جانا۔

اس شخص کا بیان ہے کہ دربان کے کہنے کے مطابق میں اس شہر کے سردار کے پاس گیا اور اسے حضرت کا پیغام دیا اس نے پر جوش انداز میں مجھے خوش آمدید کہا اور اس نے اپنی باکرہ بیٹی سے میرا عقد کر دیا۔

پھر ہمارے لیئے حجلہ عروسی سجایا گیا اور مجھے اس میں پہنچایا گیا چند لمحات بعد میری دلہن بھی اس حجلہ عروسی میں آ گئی میں نے اس کے چہرے کو دیکھا تو اس کے نسوانی حُسن سے میری آنکھیں چندھیا گئیں۔

میں ابھی اپنی دلہن سے خیریت ہی دریافت کر رہا تھا کے اچانک طبل بجنے کی صدائیں میرے کانوں میں پڑیں میں نے دلہن سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

میری دلہن نے کہا کہ امام علیہ السلام نے خروج کر دیا ہے۔ لہٰذا تم حضرت کی خروج میں شامل ہو جاؤ میں نے کہا کہ میں ابھی چلا جاؤں گا پھر دلہن سے باتیں کرنے لگا کہ اتنے میں ایک شخص نے دستک دی اور میرا نام پکارا کہا کہ میں صاحب الزمانؑ کا قاصد ہوں امام خروج کر چکے ہیں اور تجھے بلا رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ آپ جائیں میں کچھ دیر بعد حاضر ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد منظر ہی بدل گیا نہ تو وہ حجلہ عروسی تھا اور نہ ہی عروسی دلنواز تھی اور نہ ہی وہ شہر تھا میں نے اپنے آپ کو وادی السلام کے قبرستان میں پایا جہاں ہر طرف اندھیرا ہی

اندھیرا تھا۔

اس سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ عالم کشف تھا۔ عالمِ شہرد نہ تھا اور اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ امام علیہ السلام دیکھ رہے ہیں کہ ابھی ہمارے اندر اطاعت کی وہ قوت پیدا نہیں ہوئی جو کہ ہونی چاہئے اور اس وجہ سے آپ پردہ غیبت میں ہیں۔

۳۰۔ ذرخاء زاہد کی عقیدت اور فدک کی تاریخ:

کتاب زُہد الدرن میں مرقوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک متقی، عابد وزاہد شخص رہتا تھا اور خدا نے اسے حیرت انگیز علوم سے مالا مال کیا ہوا تھا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقرب اور مخصوص افراد میں تھا۔ وہ ہمیشہ اُن سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات و شمائل سُنا کرتا تھا اور وہ اپنی دعا میں ہمیشہ رسولِ خدا پر درود بھیجا کرتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اس نے اپنی عبادات اور اولاد میں اضافہ کیا تھا۔ وہ لوگوں میں ذرخاء زاہد کے نام سے مشہور تھا اس کا دستور تھا کہ وہ ویرانوں اور بیابانوں میں چلا جاتا اور وہاں ذکرِ خداوندی کیا کرتا تھا۔

آخرکار وہ مدینہ اور مصر کے درمیان ایک وادی میں آیا جسے ''مدینۃ الحکماء'' کہا جاتا تھا۔ وہاں حکمائے مدینہ کے اونٹ چَرا کرتے تھے اور وہ وادی مصر کی بہ نسبت مدینہ سے زیادہ قریب تھی اس وادی میں درخت اور زیادہ سبزہ موجود نہ تھا

الغرض وہ وادی ''ذرخاء'' کو بہت پسند آئی اور اس وادی میں وہ مصروفِ عبادت ہو گیا۔
عبادت سے فارغ ہو کر وہ کنوئیں کھود کر اس علاقہ کو آباد بھی کرتا تھا۔ اس نے وہاں اپنے لیئے ایک عبادت گاہ بھی تعمیر کی تھی اور وہ ہمیشہ تورات میں سے اقوال موسیٰ اور فضائل محمدؐ و علیؑ کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ وہ علم الافلاک اور رمل دانیال کا عالم تھا اور وہ منجمین کی طرح سے اسطرلاب کے استعمال کو بخوبی جانتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے وہاں اس کے لیئے ایک چشمہ آب بھی ظاہر کیا تھا اسی نے چشمہ کی کھدائی کی جس کی وجہ سے اس کے پانی میں اضافہ ہوا جس کی وجہ سے وہاں کھیتی باڑی ہونے لگی اور وہاں کی آبادی میں اضافہ ہونے لگا۔ اور نوبت بایںجا رسید کی اطراف کے بہت سے قبائل و عشائر اور عابدین و صالحین نے وہاں باغات کاشت کیئے اور وہ علاقہ جنت نظیر بن گیا۔

ایک طویل زندگی کے بعد اس کی موت کا وقت قریب آیا اور اس نے اپنی اولاد کو حکم دیا کہ یہ فولاد کی ایک صندوق بنائیں اور ایک تالا بنائیں جس کی چابی موجود نہ ہو اور سونے کی ایک تختی بنائیں۔

اولاد نے اپنے بزرگ کے فرمان پر عمل کیا پھر اس زاہد نے اس تختی پر اپنی وصیت تحریر کی اور اس تختی کو صندوق میں رکھا اور صندوق پر بے کلید تالا لگا دیا اور اپنی اولاد کو جمع کیا اور انھیں وصیت کی کہ میری موت کے ایک ہزار پانچ سو پچاس برس بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام محمد ہو گا اور اس کا ایک وصی ہو گا جو کہ رشتہ

میں اس کا ابن عم اور داماد ہوگا اس کا نام علیؑ ہوگا۔ توریت میں اسے ''ایلیاء'' کہا گیا ہے اور نسل آدم میں اس سے بڑا دلیر اور بہادر کوئی نہیں ہوگا میری نسل میں سے ایک فرد اس نبی پر ایمان لائے گا یاد رکھنا کہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور علی ان کے پہلے وصی اور جانشین ہوں گے میری نسل سے تعلق رکھنے والا شخص انھیں اپنے ہاں دعوت دے گا اور دورانِ دعوت ایک معجزہ رونما ہوگا۔ محمد کی انگوٹھی کنوئیں میں گر جائے گی اور ان کا وصی کنوئیں میں داخل ہوئے بغیر انگوٹھی کو پانی سے نکال لے گا اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ پانی کو اشارہ کرے گا پانی کنوئیں کی منڈیر پر آجائے گا اور وہ منڈیر سے ہی انگوٹھی کو اٹھا لے گا۔

پھر وہ تم سے صندوق طلب کرے گا۔ تم صندوق اس کے سامنے لے جانا صندوق کا تالا اس کی انگلی سے کھل جائے گا۔

جب تم وصی پیمبر کا یہ معجزہ دیکھو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اس نبی اور اس کے وصی پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان نہ لائے تو تم دینِ موسیٰ کے منکر ہو کر مرو گے اور یہاں کی آٹھ بستیاں جو کہ تمہارے تصرف میں ہیں وہ ان کے سپرد کر دینا میں نے ان بستیوں کو ان پر فدا کیا ہے۔

الغرض ذرخاء نے یہ وصیت کی اور اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

ذرخاء کی وفات کے ایک ہزار سال بعد حضرت عیسیٰ تشریف لائے اس کی اولاد حضرت عیسیٰ کے پاس گئی لیکن جو صفات ان کے بزرگ نے بیان کیئے تھے

ان کو وہ صفات حضرت عیسیٰؑ میں دکھائی نہ دیئے اسی لیئے وہ دینِ موسیٰؑ پر ہی کاربند رہے اور نبی آخرالزمان کا انتظار کرنے لگے۔

الغرض جب ذرخاء کی وفات کو ایک ہزار پانچ سو پچاس برس کا عرصہ گزرا تو رسولِ خداؐ نے نورِ نبوت سے دنیا کو منور فرمایا اور ہر جگہ آپ کے معجزات کا چرچا ہونے لگا مشرکینِ مکہ نے آپ کو ایذائیں دیں آپ نے مجبور ہو کر مکہ کو چھوڑا اور مدینہ تشریف لائے۔

ذرخاء کی نسل میں ایک شخص کا گھر مدینہ میں تھا اور وہ اپنے قبیلہ کا سردار کہلاتا تھا۔ ایک دن حضرت رسولِ اکرمؐ کا گزر اس کے مکان سے ہوا تو اس نے آپ کے جمالِ باکمال کا مشاہدہ کیا اور اس نے کسی سے پوچھا کہ یہ بزرگوار کون ہیں؟

کسی نے اسے جواب دیا تجھ پر افسوس! تو انھیں نہیں پہچانتا یہی تو خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جیسے ہی اس نے آپ کا نامِ مبارک سنا تو فرطِ محبت میں زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔

رسولِ اکرمؐ کو معلوم ہوا کہ جوان بے ہوش ہو گیا ہے تو آپ اس کے مکان میں تشریف لائے آپ نے جوان کے چہرہ پر نورِ ایمان کی چمک کو محسوس کیا تو اس کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا اور کچھ دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ اس جوان کے قرابت داروں نے جب جمالِ حبیبؐ کا مشاہدہ کیا تو ان کے دلوں میں بھی آپ کی محبت پیدا ہوئی۔

جب جوان ہوش میں آیا اور اس کی نگاہ رسولِ اکرمؐ کے نور رسالت اور حضرت علیؑ کے نورِ ولایت پر پڑی تو اس نے رسول اکرمؐ کی نبوت اور حضرت علی کی امامت و ولایت کا اقرار کیا اور رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لیا اور آنحضرت کے حجاب سے مصافحہ کیا پھر وہ اپنے والدین کے پاس چلا گیا۔اس نے اپنے والدین کو آنحضرت کی نبوت پر ایمان لانے کی تلقین کی لیکن وہ ایمان نہ لائے۔

ایک دن اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔

یارسول اللہ میری تمام تر کوشش کے باوجود میرے والدین نے اسلام قبول نہیں کیا آپ ان کے حق میں دعا فرمائیں کے خدا انھیں اسلام کی دولت عطا فرمائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں انھیں بلا کر دعوتِ اسلام دوں گا۔

جوان نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ منکرِ اسلام ہیں وہ آپ کے بلانے پر نہیں آئیں گے اور نہ ہی اس طرح سے اسلام قبول کریں گے میری خواہش ہے کہ آپ میری دعوت قبول کریں اور میرے گھر تشریف لائیں۔شاہد آپ کے قدم کی برکت سے وہ اسلام قبول کرلیں۔

آپ نے اسی کی تجویز سے اتفاق کیا۔

وہ جوان گھر گیا اور مہمانی کا سامان جمع کیا پھر آنحضرت کی خدمت میں حاضر

ہوا۔ آپ نے امیر المومنین اور چند مخصوص صحابہ کو ساتھ لیا اور آپ جوان کے گھر تشریف لے گئے۔

مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے تمام مہمان ایک کمرے میں سما نہیں سکتے تھے لہٰذا اس نے مہمانوں کو اپنے باغ اور کنوئیں کے پاس بٹھایا اور سب کو کھانا کھلایا۔ اسی اثنا میں ذرخاء عابد کی قوم دست بستہ رسول اکرمؐ کے سامنے کھڑی رہی۔

جب آپ طعام سے فارغ ہوئے تو وہ ایک کاغذ لائے کہ آپ اس پر اپنی مہر ثبت کریں آنحضرتؐ نے اپنی مہر کی انگشتری اپنی انگلی سے اتاری کہ اچانک وہ انگوٹھی کنوئیں میں جا گری یہ منظر دیکھ کر اولادِ ذرخاء متعجب ہوئی اور انھیں اپنے مورثِ اعلیٰ کی وصیت یاد آئی۔

رسولِ اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو طلب کر کے فرمایا کہ آپ کنوئیں سے میری انگوٹھی نکالیں کیونکہ خدا نے آپ کو حلالِ مشکلات بنایا ہے۔

امیر المومنینؑ کنوئیں کی منڈیر پر آئے اور آپ نے وہاں بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی کنوئیں کا پانی جوش کھا کر منڈیر کی سطح پر آ گیا اور انگشتری پانی کے اوپر تیر رہی تھی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے انگوٹھی کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور بوسہ دے کر رسولِ اکرمؐ کے ہاتھ پر رکھی۔

نسل ذرخاء نے عذر سے اس معجزے کو دیکھا اور اپنے جدِ اعلیٰ کی وصیت کو یاد کیا اب وہ چاہتے تھے صندوق لایا جائے لیکن ان کے کچھ کہنے سے پہلے

امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے جد اعلیٰ کی صندوق لاؤ کیونکہ تمہارے جد اعلیٰ نے وہ تمہارے پاس امانت رکھی تھی اور کہا تھا کہ یہ امانت ہمارے سپرد کرو گے آپ کے فرمان پر وہ لوگ اپنے بزرگ کی صندوق لائے، صندوق پر مضبوط تالا لگا تھا جس کی چابی موجود نہ تھی۔

رسولِ خدا نے اس صندوق کو دیکھا اور حضرت علیؑ کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ آپ اسے کھولیں۔

حضرت علیؑ نے دعا کے لیئے ہاتھ بلند کیئے اور کچھ زیرِلب پڑھ کر اس تالے پر اپنی انگلی رکھی۔

اللہ کی قدرت اور ولایتِ علیؑ کے صدقہ میں تالا کھل گیا آپ نے صندوق کا ڈھکنا اٹھایا۔ اس کے اندر سونے کی ایک لوح موجود تھی اور لوح پر عبرانی زبان میں عبارت تحریر تھی۔ آپ نے وہ لوح اٹھائی اور رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں پیش کی، رسولِ اکرمؐ نے فرمایا علیؑ اس عبارت کو زور سے پڑھو تا کہ یہ لوگ جان لیں کہ ان کے جدِ اعلیٰ ذرخاء نے کیا لکھا ہے۔ آپ نے لوح کی پوری تحریر لوگوں کو پڑھ کر سنائی جس میں ذرخاء نے لکھا تھا کہ رسولِ خدا کی انگشتری کوئیں میں گرے گی جسے ان کے وصی نکالیں گے اور وہ تالے کو اپنی انگلی کی مدد سے کھولیں گے۔

میں اپنی اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ جب یہ معجزہ دیکھو تو رسولِؐ خدا پر ایمان لانا اور میری یہ وصیت ہے کہ میرے آباد کردہ آٹھ گاؤں ان کی ملکیت ہیں۔

لہٰذا ساری جائیداد رسولِ خدا کے سپرد کر دینا اور کسی طرح کا جھگڑا نہ کرنا۔

اولادِ ذرخاء رسولِ خدا پر ایمان لے آئیں اور آٹھوں گاؤں حضرت کی ملکیت میں دے دیئے۔ ان گاؤں کا نام ذرخاء نے ''فدک'' لکھا تھا یعنی یہ جائیداد آپ پر فدا ہے۔ کثرت استعمال سے یہ لفظ ''فِدَ اک'' کے بجائے ''فدک'' بن گیا۔

۱۳۔ حصول فدک کی روایات

مشہور روایت یہ ہے کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِدَ اک نے یہودیوں کے مضبوط گڑھ خیبر کو فتح کیا تو فدک وہاں سے تھوڑے ہی فاصلہ پر واقع تھا اور وہاں بھی یہودی قبائل آباد تھے۔ وہ لوگ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے مصالحت کی کہ فدک آپ کی جاگیر ہوگی اور ہم اس پر زراعت کریں گے۔ حقِ مزارعت حاصل کرنے کے بعد اس کی باقی آمدنی آپ کی خدمت میں پیش کی جائے گی رسولِ خدا نے ان کی شرائط کو قبول کیا اور یوں پورا فدک رسول اکرم کی جائیداد بنا۔

اس پر قرآن کریم کی آیات نازل ہوئی کہ جو علاقہ اللہ نے اپنے رسول کو فے کے عنوان سے عطا کیا ہے اور جس پر تم نے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے تو وہ رسولِ خدا کی ملکیت ہے۔

رسولِ خدا نے فدک کا قبضہ حاصل کر کے اپنی صاحبزادی فاطمہ زہرا سلام اللہ

علیھا کو ہبہ فرمایا تھا اور باقاعدہ ہبہ نامہ تحریر کیا تھا۔

اس ہبہ نامہ پر حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور اُم یمن کی گواہی ثبت کی گئی تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد ارباب حکومت نے بی بی کی جائیداد پر قبضہ کرلیا اور حضرت سیدہ نے اس کا مسجد میں مطالبہ کیا تھا۔ لیکن حکمران نے جائیداد واپس کرنے سے انکار کردیا تھا۔ جس پر حضرت سیدہ ناراض ہوئی تھیں۔

۳۲۔ بسم اللہ شریف اور سورۂ حمد کی برکات

حلال مشکلات حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں ایسے مواقع کثرت سے دکھائی دیتے ہیں کہ آپ نے مشکلات کے وقت سورۂ حمد اور بسم اللہ سے مدد چاہی تھی ذیل میں ہم اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

۳۳۔ سورۂ الحمد کی برکت سے لڑکی کا ہاتھ جُڑ جانا

کتاب جامع الاسرار (سعدی) میں مرقوم ہے کہ عباسی دور میں ایک بخیل شخص رہتا تھا جو کہ حضرت علی سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ لیکن اس کی بیٹی امیر المومنینؑ سے عقیدت رکھتی تھی۔

اس کنجوس شخص کو وہ بیٹی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اس نے بیٹی کے لیئے روزانہ دو روٹیاں مقرر کی تھیں۔

بیٹی بے چاری صبر وشکر سے وقت بسر کرتی رہی۔ ایک دن وہ شخص بازار گیا ہوا تھا کہ اس اثنا میں اس کے دروازے پر ایک سائل آیا اور اس نے کہا کہ مجھے علیؑ کی محبت میں کچھ عطا کرو۔

لڑکی نے جیسے ہی اپنے مولا کا نام سنا تو اپنے حصہ کی دو روٹیاں اٹھا کر فقیر کو دے دیں۔

اتنے میں لڑکی کا باپ آیا۔ اس نے فقیر سے پوچھا کہ تجھے یہ روٹیاں کس نے دی ہیں؟ فقیر نے کہا میں نے سامنے والے دروازے پر صدا دی اور وہاں ایک نوجوان بچی نے میری صدا سنی اس نے مجھے علیؑ کی محبت کے نام پر یہ روٹیاں دی ہیں وہ شخص آگ بگولا ہو کر گھر میں آیا اور بیٹی سے کہا کہ کیا تم نے اپنے حصہ کی دو روٹیاں علی کے نام پر فقیر کو دی ہیں؟

لڑکی نے جواب دیا کہ جی ہاں یہ بالکل سچ ہے۔

اس شخص نے بیٹی سے کہا کہ اگر تجھے علیؑ سے اتنی ہی محبت ہے تو اپنا دایاں ہاتھ بڑھا میں اسے کاٹنا چاہتا ہوں۔

بیٹی نے کہا، ابا جان! ہاتھ تو کچھ نہیں حضرت علی کی محبت میں میری جان بھی چلی جائے تو میں اس سے انکار نہیں کروں گی۔ البتہ میں التماس کرتی ہوں کہ مجھے پوری زندگی کے لیئے معذور مت بناؤ لیکن اس سنگدل کو ترس نہ آیا۔ الغرض اس نے چھری اٹھائی اور بیٹی کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا اور ہاتھ کاٹنے کے بعد دھکے دے

کر بیٹی کو گھر سے نکال دیا۔

بیٹی بے چاری روتی ہوئی قریب جنگل میں گئی اور ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر آنسو بہانے لگی۔

درد کی شدت اور زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہوگئی۔ اتفاق سے اس علاقہ کا والی شکار کے لیئے نکلا ہوا تھا اور اس نے ایک ہرن کے تعاقب میں اپنا گھوڑا لگا دیا جب وہ اس درخت کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک رشکِ قمر لڑکی وہاں پر زخمی حالت میں بے ہوش پڑی ہے اور اس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا ہے جس سے خون بہہ رہا ہے حاکم گھوڑے سے نیچے اترا اور زخمی ہاتھ پر پٹی باندھ جس کی وجہ سے خون آنا رُک گیا اس نے لڑکی کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے آہستہ آہستہ وہ ہوش میں آ گئی۔

اس نے ایک مہربان شخص کو اپنے پاس پایا تو حیران رہ گئی حاکم نے کہا بیٹی مت گھبراؤ میں تمہارا خیر خواہ ہوں مجھے اپنا واقعہ سناؤ لڑکی نے اپنا پورا واقعہ سنایا حاکم نے کہا کہ لڑکی آج سے تو میری بیٹی ہے میں تمہیں اپنے گھر لے جاتا ہوں چنانچہ حاکم اس لڑکی کو اپنے گھر لے آیا اور شہر کے مشہور طبیبوں سے اس کا علاج کرایا۔ آخر کار زخم مندمل ہو گئے اور لڑکی صحت مند ہوگئی۔

حاکم نے اپنے بیٹے سے اس لڑکی کا نکاح کیا اور اسے بیٹے کے حجلہ عروسی میں بھیج دیا۔

حاکم کے بیٹے کو یہ خبر نہ تھی کہ اس کی بیوی کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے۔

بہر نوع وہ لڑکی دلہن بن کر حجلہ عروسی میں بیٹھی کچھ دیر بعد دولھا نے اس سے پانی طلب کیا دلہن نے پانی بھرا اور بائیں ہاتھ سے اپنے شوہر کو پیش کیا۔ شوہر نے کہا سبحان اللہ! میرے والد کو میرے لئے دلہن بھی وہ ملی جسے یہ بھی علم نہیں ہے کہ پانی دائیں ہاتھ سے دیا جاتا ہے یا بائیں ہاتھ سے یہ کہا اور وہ علیحدہ بستر پر لیٹ گیا۔

دلہن نے اپنی بے چارگی دیکھی تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہو گیا اور رو رو کر کہا "غیاث المستغیثین" خدایا تو مجھے ہتھیلی عطا کر یا مجھے موت دے دے۔ میں کب تک اس طرح کے طعنے سنوں گی۔

روتے روتے وہ بے ہوش ہو گئی غشی کے عالم میں اس نے دیکھا کہ آسمان سے نور کی ایک عماری اس کے گھر میں نازل ہوئی اور عماری میں پانچ شخصیات دکھائی دیں۔ ان میں ایک پردہ دار بی بی تھیں اور چار نورانی مرد تھے۔

وہ بی بی آگے بڑھی اور اس دلہن کو سینہ سے لگایا اور فرمایا پریشان کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا نے ہمیں تمہاری مدد کے لیئے روانہ کیا ہے۔

پھر اس بی بی نے کہا کہ میں سیدۃ نساء العالمین فاطمہ زہرا ہوں اور جو تخت کرامت پر بیٹھے ہیں یہ میرے والد ماجد حضرت رسولِ خداؐ ہیں اور یہ میرے شوہر علی شیرِ خدا ہیں اور یہ میرے فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں

بی بی نے حضرت علیؑ سے عرض کیا۔ابوالحسن! اس کے بدبخت باپ نے اس کی ہتھیلی آپ کی محبت میں کاٹی تھی۔اب آپ اس کا علاج فرمائیں۔

حضرت علی علیہ السّلام تخت سے اترے اور لڑکی کے قریب آکر بیٹھ گئے آپ نے ہاتھ بلند کیا غیب سے ایک ہتھیلی آپ کے ہاتھ میں آگئی۔آپ نے وہ ہتھیلی اس عورت کے کٹے ہوئے حصہ سے چسپاں کی اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ حمد کی تلاوت فرمائی۔

جیسے ہی سورہ الحمد تمام ہوئی اور امیرالمومنین نے فرمایا کہ بی بی! اٹھو اب تمہارا ہاتھ ٹھیک ہو گیا ہے۔

وہ دلہن غشی سے افاقہ میں آئی اور دیکھا کہ اس کا ہاتھ بالکل صحیح جڑا ہوا ہے اور اس کا یہ ہاتھ دوسرے ہاتھ سے کہیں زیادہ خوبصورت اور چمکدار ہے۔

دلہن نے تجدید وضو کیا اور نماز شکرانہ ادا کی اس طرح سے اللہ نے اس لڑکی کو شفا عطا فرمائی۔

۳۴۔سورۂ الحمد کی برکت کا ایک اور واقعہ

کتاب جامع النورین میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلام کے ایک فوجی کا ہاتھ جنگ میں کٹ گیا۔

وہ کٹا ہوا ہاتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے وہ کٹا ہوا ہاتھ

اس کے ہاتھ کے ساتھ جوڑا اور زیرِ لب کچھ کلام پڑھا اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔

وہ بہت خوش ہوا اور دوسرے دن اس نے امام المتقین علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے کل کیا دم کیا تھا جس کی وجہ سے میرا کٹا ہوا ہاتھ جڑ گیا تھا۔؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے سورہ الحمد پڑھی تھی اس شخص نے بڑی بے توجہی سے کہا کہ اچھا سورۂ حمد پڑھی تھی؟ اس کا یہ انداز خدا کو پسند نہ آیا اس کا جڑا ہوا ہاتھ دوبارہ کٹ گیا اور ساری زندگی دوبارہ جڑ سکا۔

مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کلامِ الٰہی میں شفا ہے لیکن اس کے لیئے صدقِ دل کی اشد ضرورت ہے۔

کیونکہ اگر دل مطمئن نہ ہو تو درد بھی زہر بن جاتا ہے اور اگر دل میں خلوص ہو تو خداوندِ عالم کی طرف سے نعمات کا فیضان ہوتا ہے۔

صاحب اسفار لکھتے ہیں کہ کچھ لوگ حج کے لیئے مکہ آئے مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد اپنے وطن کے لیئے روانہ ہوئے قافلہ میں ایک شخص نہایت ہی سادہ دل تھا۔

مکہ سے دو تین میل چلنے کے بعد قافلہ والوں کو مذاق سوجھا اور انھوں نے اپنے سادہ دل ساتھی سے کہا کہ کیا دوزخ سے آزادی کا پروانہ تمہیں بھی مِلا ہے یا نہیں؟ جب کہ ہم تو پروانہ لے چکے ہیں سادہ دل شخص نے کہا کہ نہیں مجھے تو ایسا کوئی پروانہ نہیں ملا آپ لوگ یہاں ٹھہر جائیں میں ابھی کعبہ مبارک جاتا ہوں

اور اپنے لیئے پروانہ لے کر آتا ہوں۔

الغرض وہ عاشقِ صادق چلا اور میزاب رحمت کے نیچے کھڑا ہو گیا اور پورے اخلاص قلب سے کہا خدایا! مجھے بھی دوزخ سے آزادی کا پروانہ چاہیئے۔

اتنے میں میزابِ رحمت سے ایک رقعہ گرا جو کہ اس کے دامن میں آ گیا۔اور اس پر سنہری الفاظ سے یہ عبارت تحریر تھی۔

"فلاُنَ رُق مِن النار"

فلاں شخص کو دوزخ سے آزاد کر دیا گیا۔ چنانچہ وہ شخص خوش ہو کر اہلِ قافلہ سے جا ملا اور اپنا خدائی رقعہ دکھا کر کہا کہ لو میں بھی دوزخ سے آزادی میں تمہاری طرح سے پروانہ لے آیا ہوں۔

۳۵۔علامہ حلّی کا مناظرہ اور بادشاہِ ایران کا اعلانِ تشیع

مجلسی اول رحمۃ اللہ علیہ نے شرح من لا یحضرہ الفقیہ میں جامعتِ ثقات سے یہ روایت نقل کی ہے۔

ایران کے بادشاہ خدا بندہ نے غصہ میں آ کر اپنی بیوی کو طلاق جاری کی اور کہا۔"انتِی طَالِقٌ ثَلاَثاً" میں تجھے تین طلاقیں دیتا ہوں۔

کچھ دیر بعد غصہ اُترا تو اسے سخت ندامت ہوئی کہ ہائے میں نے یہ کیا کر دیا۔اتنی وفادار بیوی کو طلاق دے بیٹھا۔

اس نے ائمہ اربعہ کے فقہاء کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ کیا

اس طلاق کے بعد کوئی گنجائش باقی ہے کہ ہم دونوں میاں بیوی بن کر رہیں؟

تمام فقہاء نے جواب دیا کہ اب وہ آپ کی بیوی نہیں رہی اور نہ ہی آپ اس کے شوہر ہیں۔

بادشاہ نے پوچھا کہ کیا کوئی راستہ ہے کہ ہم دوبارہ یکجا ہوسکیں فقہاء نے کہا کہ اس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ آپ کی بیوی حلالہ کرے اور حلالہ کرنے والا اسے ایک رات کے بعد طلاق جاری کردے پھر عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے نیا نکاح کریں۔

اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ حلالہ کی بے غیرتی میں۔ برداشت نہیں کرسکتا اور مجھے تم پر تعجب ہے کہ تمہارے ائمہ کا ہر مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن طلاق کے مسئلہ پر تم سب متفق ہو!

فقہاء نے کہا کہ اس مسئلہ کے متعلق ہمارے درمیان مکمل اتفاق پایا جاتا ہے۔

بادشاہ کی پریشانی دیکھ کر اس کے وزیر نے اس سے کہا کہ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ حلّہ شہر میں مذہبِ امامیہ کا حوزہ علمیہ ہے اور علامہ حسن بن یوسف بن مطہر حلّی اس کے سرپرست ہیں اور وہ اس طرح کی طلاق کو طلاق بائن نہیں سمجھتے آپ انھیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دیں اور تمام حجت کے لیئے مذاہب اربعہ کے علماء کو بھی اپنے دربار میں بلالیں۔ جب ان سے بحث

ہوگی تو حقیقت سامنے آجائے گی۔

الغرض بادشاہ خدابندہ نے علامہ حلّی کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی جسے علامہ مرحوم نے قبول کرلیا۔

بہرنوع علامہ حلی تشریف لائے اور دوسرے مذاہب کے علماء کو بھی بحث کے لیئے بلایا گیا تھا۔

دوسرے علماء علامہ حلّی کو بے وقار بنانے کی غرض سے وقت سے پہلے دربار میں پہنچ گئے اور وہاں جتنی بھی کرسیاں تھیں ان پر آ کر بیٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد بادشاہ بھی دربار میں تشریف لائے۔ جب دربار پوری طرح سے سج گیا تو علامہ حلّی پورے وقار و متانت سے دربار میں آئے آپ نے اپنا جوتا اتار کر اپنے بغل میں کرلیا اور پورے اہل دربار کو مشترکہ السلام علیکم کہا پھر کرسیوں پر نگاہ کی تو ایک بھی کرسی خالی نہ تھی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ بادشاہ کا تخت کافی لمبا چوڑا ہے۔ لہٰذا سیدھے تختِ شاہی پر آکر بادشاہ کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے۔

مخالف علماء نے چلانا شروع کیا اور کہا کہ بادشاہ سلامت ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ انھیں آدابِ شاہی کا کوئی علم نہیں ہے۔ یہ دہقان اور اجڑ سے انسان ہیں اور اس کی تہذیب کا یہ عالم ہے کہ دربار میں داخل ہوا تو اس نے آپ کو سجدہ تعظیمی تک نہیں کیا!

علامہ حلی نے مخالفین سے فرمایا کہ آخر میں ان کو کیوں سجدہ کرتا؟

وہاں پر موجود فقہاء نے کہا اس لیئے کہ وہ بادشاہ ہیں ان کو سجدہ تعظیمی کرنا چاہیئے۔

علامہ حلی نے فرمایا کہ یہ بادشاہ ہیں تو کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ نہ تھے اور اگر وہ بادشاہ تھے تو کیا صحابہ رسولؐ کو سجدہ تعظیمی کیا کرتے تھے؟

اور اگر صحابہ نے آنحضرت کو سجدہ تعظیمی نہیں کیا تو کیا یہ ان کی غلطی تھی؟

اس پر تمام فقہاء لاجواب ہو گئے۔ اس کے بعد انھوں نے بادشاہ سے کہا۔ بادشاہ سلامت! آپ نے جسے عالمِ دین سمجھ کر اپنے ہاں دعوت دی ہے یہ تو خیر سے آداب سے بالکل کورے ہیں؟ یہ دربار میں آئے تو سیدھے آپ کے ساتھ آ کر تختِ شاہی پر براجمان ہو گئے اور ان کی اس حرکت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آداب سے ناواقف ہیں۔

علامہ حلی نے جواب دیا کہ میں نے دربار میں نگاہ کی تو ایک بھی کرسی خالی نہ تھی تم لوگوں نے پہلے سے کرسیوں پر قبضہ جما لیا تھا۔ جب کہ تختِ شاہی وسیع ہے لہٰذا میں آ کر یہاں بیٹھ گیا۔ آخر اس میں کیا قباحت ہے؟ اس کے بعد فقہاء نے کہا کہ بادشاہ سلامت! ہمیں ان کے رویہ پر افسوس ہے۔ انھوں نے جوتا باہر کیوں نہ اتارا اور جوتے کو بغلوں میں دبائے ہوئے آپ کے ساتھ آ کر بیٹھ گئے ہیں کیا انھیں جوتا چوری ہونے کا خوف تھا؟

علامہ حلی نے فرمایا:

بادشاہ سلامت! میں نے تاریخ پڑھی ہے ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں خطبہ دے رہے تھے کہ حنفیوں کے امام اعظم ابوحنیفہ نے آنحضرت کا جوتا

چوری کرلیا تھا۔ اس لیئے میں نے سوچا کہ یہاں بھی ابوحنیفہ کے پیروکار موجود ہیں کہیں وہ بھی میرا جوتا چوری نہ کرلیں؟

جب علمائے حنفیہ نے یہ سُنا تو چیخنے لگ گئے اور کہا:

بادشاہ سلامت! یہ شخص پرلے درجہ کا جھوٹا اور کذاب ہے ہمارے امام تو رسولِ خدا کے زمانہ میں موجود ہی نہ تھے رسول اکرمؐ کی وفات کے ایک سو سال بعد وہ پیدا ہوئے تھے انھوں نے آنحضرت کا جوتا کیسے چوری کیا تھا؟

علامہ حلی نے فرمایا: بادشاہ سلامت! کچھ مغالطہ ہوگیا ہے جوتا حنیفہ نے نہیں بلکہ مالکیوں کے رہنما امام مالک نے چوری کیا تھا دربار میں موجود مالکی علماء چیخنے لگے کہ بادشاہ سلامت!

یہ شخص کذاب ہے ہمارا امام بھی رسولِؐ خدا کے زمانہ میں پیدا نہیں ہوا تھا۔

علامہ حلی نے فرمایا کہ شاہد میں بھول گیا ہوں شافعیوں کے امام احمد بن ادریس شافعی نے رسولِؐ خدا کا جوتا چوری کیا تھا دربار میں موجود امام شافعی کے پیروکار بھڑک اٹھے کہ یہ شخص جھوٹا ہے کیونکہ جس دن امام ابوحنیفہ کی وفات ہوئی تھی تو اسی دن ہمارا امام شافعی پیدا ہوا تھا۔

علامہ حلی نے فرمایا:

بادشاہ سلامت! آخری بات یہ ہے کہ رسولِؐ خدا کا جوتا حنبلیوں کے امام احمد بن حنبل نے چوری کیا تھا۔ دربار میں موجود حنبلی چیخ اٹھے اور کہا۔

بادشاہ سلامت! ہمارا امام تو باقی تین ائمہ کے بعد پیدا ہوا تھا تو بھلا انھوں نے رسولِ خداؐ کا جوتا کیسے چوری کیا تھا؟

اس وقت علامہ حلی نے بادشاہ کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ آپ نے خود سن لیا کہ ان مذاہب کے ائمہ میں سے کوئی بھی رسولِ خداؐ کے زمانہ میں موجود نہیں تھا اب ان لوگوں کی بدعت یہ ہے کیا انھوں نے ان چار مجتہدین کی تقلید کو دین اسلام کا حصہ بنا لیا ہے اور اگر کوئی ان چاروں سے بڑا عالم کوئی فتویٰ دے تو یہ اسے ماننے پر آمادہ نہیں ہیں جب کہ مذکورہ چاروں ائمہ رسولِ خداؐ کی زندگی میں موجود نہیں تھے اور نہ ہی ان کا کوئی شاگرد موجود تھا جب کہ یہ اہل بدعت ہو کر ہمیں رافضی کہتے ہیں اور ہم امیر المومنین علی بن ابی طالب کے پیروکار ہیں۔

حضرت علی نفس رسول تھے اور آنحضرت کے بھائی تھے اور آپ کے وصی برحق تھے۔

بہرنوع آپ سے جو طلاق صادر ہوئی ہے وہ بالکل غیر موثر ہے اور اس میں طلاق کے شرائط موجود نہیں ہیں۔ طلاق کی ایک شرط یہ ہے کہ دو عادل گواہوں کے سامنے دی جائے تو کیا آپ نے دو عادل گواہوں کی موجودگی میں طلاق جاری کی تھی۔؟

بادشاہ نے کہا نہیں۔

علامہ حلّی نے فرمایا کہ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے آپ کی

بیوی آپ پر حلال ہے۔

جب بادشاہ نے ائمہ اربعہ کے علماء کی شکست ملاحظہ کی تو اس نے مذہب اہل بیت قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور حکم دیا کہ مساجد میں بارہ ائمہ ہدیٰ علیھم السلام کے نام لکھے جائیں۔

یہ واقعہ ۷۰۷ھ ہجری میں پیش آیا۔

۳۶۔ سیّد موصلی کو علامہ حلی کا دندان شکن جواب

اس واقعہ کے بعد بادشاہ کے دربار میں علامہ حلی سے اغیار نے مباحثے کیئے تھے اور ایسے ہی لوگوں میں سید مُوصلی بھی شامل تھا۔

ایک دن اس نے علامہ حلی سے کہا کہ آپ درود میں آلِ محمد کو شامل کرتے ہیں حالانکہ درود رسولِ خدا کے لیئے مخصوص ہے آپ کے پاس آلِ محمد پر درود بھیجنے کا کیا ثبوت ہے۔؟

علامہ حلی نے فرمایا کہ: سورۂ البقرہ میں اللہ نے اہلِ ایمان کے امتحانی پرچے بیان کیئے جس میں خوف، بھوک، مال وجان کی کمی اور پھلوں کی کمی کو بیان کیا گیا ہے۔

پھر خدا نے فرمایا:

آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیں جب ان پر مصیبت آتی ہے تو وہ

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۔ قَالُوْٓا اِنَّا

لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۵ تا ۱۵۷)

کہتے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے صلوٰت اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ آیت پڑھ کر علامہ حلی نے سیّد موصلی سے فرمایا کہ آلِ محمدؑ نے ان تمام مصائب پر صبر کیا تھا اس لیئے وعدہ قرآنی کے مطابق وہ لائق صلوٰت ہیں۔

سیّد موصلی جو کہ پرے درجہ کا ناصبی تھا اس نے متکبرانہ لہجہ میں کہا کہ بھلا علی و حسینؑ پر کون سی مصیبت آئی تھی؟

علامہ حلی نے فرمایا کہ ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے تھے اگر میں ان کی تمام مصیبتوں کو فراموش بھی کر دوں تو کیا یہ مصیبت کم ہے کہ تجھ جیسا ناخلف شخص بھی اپنے آپ کو اولادِ علی کہلا رہا ہے۔

تیرا اولادِ علی کہلانا علی علیہ السّلام کے لیئے سخت مصیبت ہے اس پر مجلس چمک اٹھی اور سیّد موصلی بجھ گیا۔

۳۷۔ امام زمانہؑ کی طرف سے علامہ حلی کی نُصرت

شہیدِ ثالث رحمۃ اللہ علیہ نے مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ علامہ حلی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے جسے اہلِ ایمان بیان کرتے ہیں کہ

ایک سُنی عالم جو کہ کچھ فنون میں علامہ حلی کا استاد تھا اس نے مذہبِ شیعہ کی تردید میں ایک کتاب لکھی تھی اور کتاب کا قلمی نسخہ وہ ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا اور اس میں سے دیکھ دیکھ کر مذہب شیعہ پر اعتراضات کیا کرتا تھا اور وہ کسی دوسرے کو نسخہ کتاب پڑھنے کے لیئے نہیں دیتا تھا۔ کیونکہ اسے یہ خوف لاحق تھا کہ اگر کسی نے اس کی کتاب نقل کر لی اور وہ شیعہ علماء کے ہاتھوں میں چلی گئی تو لامحالہ وہ اس کی تردید میں کتاب لکھیں گے۔

علامہ حلی چاہتے تھے کہ کسی طرح سے اس کی کتاب ان کے ہاتھ لگے تو وہ اس کی تردید میں کتاب لکھیں انھوں نے اپنے استاد کو بڑی منت سماجت کی کہ آپ اپنی کتاب کچھ دنوں کے لیئے مجھے مرحمت فرمائیں تاکہ میں اس کا مطالعہ کرسکوں۔

جب آپ کی طرف سے اصرار بڑھا تو پتھر میں کچھ نرمی پیدا ہوئی اور کہا کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ اپنی یہ کتاب کسی کو ایک رات سے زیادہ وقت کے لیئے نہیں دوں گا۔

علامہ حلی نے اتنے سے وقت کو بھی غنیمت تصور کیا اور وعدہ کیا کہ کل صبح ان کی کتاب انھیں واپس کردیں گے۔

سُنی استاد نے وہ کتاب علامہ مرحوم کو دے دی۔ علامہ نے رات کے وقت اس کی نقل شروع کردی آدھی رات تک تو آپ کتاب نقل کرتے رہے کتاب کافی بڑی تھی۔ اگر آپ پوری رات بھی اسے لکھتے تو بھی مکمل نہیں کر سکتے تھے۔

بہرنوح کتاب لکھتے لکھتے انھیں نیند آ گئی عالمِ خواب میں انھیں امام زمانہؑ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے علامہ سے فرمایا کہ تم آرام سے سو جاؤ میں یہ کتاب خود نقل کروں گا۔

علامہ مرحوم سو گئے اور صبح جب نیند سے اٹھے تو حضرت کا یہ معجزہ ملاحظہ کیا کہ ساری کی ساری کتاب نقل ہوئی پڑی تھی اور آخر میں بطور فاضل امام علیہ السلام کے دستخط بھی ثبت تھے۔

۳۸۔ شیخ ابوالقاسم کو محقق کا لقب کیسے ملا تھا؟

کتاب دارالسلام کے حاشیہ میں ایک فاضل شخصیت کی زبانی یہ مرقوم ہے کہ میں نے موثق اشخاص سے یہ سُنا کہ ایک دن شیخ ابوالقاسم مسجد میں درس دے رہے تھے کہ ایک دیوانہ مسجد میں داخل ہوا۔

شیخ نے شاگردوں کو حکم دیا کہ اسے مسجد سے نکال دیا جائے شاگردوں نے حکم کی تعمیل کی اور دیوانے کو مسجد سے نکال دیا رات ہوئی شیخ کو کسی نے خواب میں کہا کہ تم نے دیوانے کو مسجد سے کیوں نکالا تھا۔؟

شیخ نے جواب دیا کہ ہم تک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پہنچی ہے کہ اپنی مساجد کو دیوانوں سے پاک رکھو۔ کیونکہ اس سے مساجد کے متنجس ہونے کا اندیشہ ہے اس لیئے میں نے اسے باہر نکلوایا تھا۔

دوسرا دن ہوا وہی دیوانہ مسجد میں آ گیا۔ شیخ نے شاگردوں کو حکم دیا کہ اسے

مسجد سے نکال دو۔

پھر اس رات شیخ کو کسی نے خواب میں کہا کہ تم نے دیوانے کو مسجد سے کیوں نکالا؟

شیخ نے پھر وہی وجہ بیان کی۔ تیسرے دن وہ دیوانہ پھر مسجد میں آیا شیخ نے اس کے نکالنے کا حکم دیا۔ اس رات بھی خواب میں شیخ کو وہی آواز سنائی دی اور شیخ نے اپنا جواب دہرایا۔

چوتھے دن بھی وہی اتفاق ہوا شیخ نے چوتھے روز بھی اسے مسجد سے نکالنے کا حکم دیا۔

رات ہوئی تو خواب میں شیخ نے یہ آواز سُنی کہ تم نے ہماری وصیت پر عمل کیوں نہ کیا؟

شیخ نے کہا کہ ہمیں حدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی مساجد کو دیوانوں سے پاک رکھیں اور اس کے ساتھ ہمیں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں اپنے خوابوں کو کوئی اہمیت نہ دیں کیونکہ نبی امام کے علاوہ کسی کا خواب دین میں حجت نہیں ہوتا۔

اس وقت شیخ کو یہ آواز سنائی دی کہ ہم نے تمہیں آزمانا چاہا تھا اور تم آزمائش پر پورے اترے۔ ”اَنۡتَ الۡمُحَقِّقُ حقّاً“

تم واقعی محقق ہو۔ اس کے بعد ہر شخص انھیں محقق کے لفظ سے یاد کرنے لگ گیا۔

۳۹۔ شیخ مفید کو ''مفید'' کا لقب کس نے دیا تھا؟

شہیدِ ثالث نے مجالس المومنین میں مجموعہ ورام سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

شیخ مفید کا اصل نام محمد بن محمد بن نعمان ہے۔ ان کا تعلق ،عنکبر، کے علاقہ سے تھا اور وہ اپنے والد محترم کے کے ہمراہ بغداد آئے تھے۔ بغداد کے محلہ ریاح میں انھوں نے اس وقت کے مشہور عالم دین ابوعبداللہ المعروف جعلی سے علم دین حاصل کرنا شروع کیا تھا۔ ان کے بعد انھوں نے ابو یاسر کے مدرسہ میں داخلہ لیا یہ مدرسہ بابِ خراسان میں واقع تھا۔

جب ابو یاسر نے ان کی حاضر جوابی اور ذہانت و خطانت کا مشاہدہ کیا تو انھوں نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اس دور میں علی بن عیسیٰ رُمانی علم الکلام کا ماہر ہے میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اس سے استفادہ کرو۔

شاگرد نے جواب دیا کہ میں تو انھیں نہیں پہچانتا اور ان کے کسی جاننے والے تک بھی میری رسائی نہیں ہے۔ میں ان کے پاس جاؤں تو کیسے جاؤں؟

شیخ ابو یاسر نے اپنے ایک دوست کو ان کے ساتھ روانہ کیا شیخ مفید کا بیان ہے کہ جب میں وہاں پہنچا تو ان کی مجلس علماء وطلباء سے بھری ہوئی تھی۔ مجبوراً مجھے جوتیوں میں بیٹھنا پڑا۔

آہستہ آہستہ رَش چھٹنے لگا اور میں آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ شیخ کے قریب پہنچ گیا۔

اتنے میں بصرہ کے ایک شخص نے کہا کہ شیخ! آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے۔

شیخ نے کہا کہ پوچھو! اس شخص نے کہا کہ آپ حدیثِ غدیر کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔؟

شیخ نے کہا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ اگر حدیث صحیح ہے تو حضرت ابو بکر کی خلافت کا کیا بنے گا؟

شیخ نے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت درایت ہے یعنی ایک واقعیت ہے اور اعلانِ غدیر ایک روایت ہے اور اصول یہ ہے کہ درایت کو روایت پر فوقیت حاصل ہوئی ہے۔

شیخ کا جواب سن کر سائل خاموش ہو گیا اور چلا گیا۔ شیخ مفید کا اس سے حوصلہ بڑھا اور کہا شیخ میں نے بھی ایک سوال کرنا ہے اور آپ سے جواب حاصل کرنا ہے۔

شیخ نے کہا کہ تم اپنا سوال بیان کرو۔

شیخ مفید نے کہا کہ مجھے آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ خلیفہ راشد کے خلاف خروج کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

شیخ نے کہا کہ جو خلیفہ راشد کے خلاف خروج کرے وہ کافر ہے پر کہا نہیں وہ کافر نہیں فاسق ہے۔

شیخ مفید نے کہا کہ حضرت علی خلیفہ راشد تھے اور طلحہ وزبیر نے ان کے خلاف خروج کیا تھا۔ ان کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

شیخ نے کہا کہ یہ درست ہے کہ انھوں نے خلیفہ راشد کے خلاف خروج کیا تھا لیکن انھوں نے توبہ کر لی تھی۔

شیخ مفید نے کہا جناب عالی! ان کا خروج درایت اور واقعیت ہے جب کہ ان کی توبہ روایت ہے اور اصول یہ ہے کہ درایت کے مقابلہ میں روایت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ یہ سنا تو شیخ نے خاموشی اختیار کر لی اور پھر پوچھا کہ آپ کس عالمِ دین کے ہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں؟

شیخ مفید نے بتایا کہ میں شیخ جعلی سے کسبِ فیض کر رہا ہوں اس کے بعد وہ شیخ اٹھے اور اور اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور ایک رقعہ دیا اور کہا کہ میری طرف سے اپنے استاد کو دینا میں نے ان کا رُقعہ لیا اور استاد محترم کی خدمت میں پیش کیا میرے استاد نے وہ خط پڑھا تو بے ساختہ مسکرانے لگے اور فرمایا کہ شیخ نے تمہیں مفید کا لقب دیا ہے۔

اس کے بعد وہ لفظ مفید سے مشہور ہوئے کتاب مصابیح القلوب میں مذکور ہے کہ جب بادشاہ عضد الدولہ نے یہ واقعہ سُنا تو بہت خوش ہوا اور انھیں تیز رفتار گھوڑا اور قیمتی دستار عطا کی۔

۴۰۔ حکایات فروعِ دین، درودِ پاک کی برکات

کتاب حکایات الصالحین مرقوم ہے کے ایک مرد مومن افلاس میں مبتلا ہوا اور وہ ررزق روزی کی تلاش میں گھر سے نکلا لیکن نہیں جانتا تھا کہ وہ کدھر جائیں

وہ راستہ چل رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک واعظ وعظ کر رہا ہے اور بہت سے لوگ اس کا وعظ سننے میں مصروف ہیں وہ بھی وعظ سننے مجلس میں چلا گیا۔ جب وہ پہنچا تو واعظ یہ کہہ رہا تھا کہ تم لوگ درود پڑھنے میں تقصیر کرتے ہو۔ اگر تم اِخلاص سے درود پڑھو تو اگر تم مالدار ہو تو تمہارے مال میں برکت پیدا ہوگی اور اگر تم مفلس اور غریب ہو تو اخلاص کے ساتھ حبیبِ خدا پر درود پڑھو اللہ تعالیٰ تمہیں آسمان سے رزق دے گا اس مردِ مومن نے یہ الفاظ سنے تو محفل سے اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک ویرانے میں جا کر اس نے درود شریف کا ورد شروع کر دیا۔ تین دن تک وہ درود پڑھتا رہا پھر وہاں سے اٹھ کر گھر آنے لگا کہ اس کا پاؤں ایک پتھر سے ٹکرایا۔ پتھر ہٹ گیا اس نے دیکھا کہ پتھر کے نیچے ایک گھڑا رکھا تھا جس میں سونا ہی سونا تھا۔

وہ دل میں بہت خوش ہوا کہ خدا نے میری غربت دُور کرنے کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ لیکن اس نے سوچا کہ واعظ نے تو یہ کہا تھا کہ اگر کوئی مفلس درود پڑھے تو خدا اسے آسمان سے رزق دے گا۔ لہٰذا یہ رزق میرے مقدر میں نہیں۔ اس نے پھر وہی پتھر اٹھا کر گھڑے پر رکھ دیا اور اپنے گھر آیا رات کے وقت اس نے اپنی بیوی کو سارا قصہ سنایا۔ اس مومن کے گھر کے ساتھ ایک یہودی کا گھر تھا اتفاق سے یہودی اپنے کوٹھے کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنے غریب ہمسائے کی بات سنی اور دل ہی دل میں اس کی حماقت پر مسکرایا صبح ہوئی تو

یہودی اس ویرانے میں گیا اسے پتھر دکھائی دیا۔اس نے پتھر ہٹایا تو وہاں واقعی ایک گھڑا موجود تھا یہودی نے چُپ چاپ گھڑا اٹھایا اور اپنے گھر چلا آیا۔ بیوی کو بُلا کر کہا کہ یہ گھڑا سونے کی اشرفیوں سے بھرا ہوا ہے اور ہمارا احمق ہمسایہ اسے چھوڑ کر گھر آ گیا تھا میں اسے اٹھالایا ہوں۔اب جیسے ہی یہودی نے گھڑے کا ڈھکن اٹھایا تو گھڑے میں اسے زہریلے سانپ اور بچھو دکھائی دیئے۔

یہودی نے بیوی سے کہا کہ ہمارا مسلمان ہمسایہ ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے لیکن میں اسے وہ مزہ چکھاؤں گا کہ لوگ یاد رکھیں گے اب میں یہی بچھو اور سانپ اس کے روشن دان سے اس کے گھر میں پھینکوں گا یہ کہا اور مسلمان ہمسائے کی چھت کے قریب آ کر بیٹھ گیا روشن دان سے جھانک کر دیکھا تو اسے دکھائی دیا کہ میاں بیوی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

بیوی کہتی تھی کہ جب تمھیں زر و دولت سے بھرا ہوا گھڑا ملا تو تم نے اسے کیوں نہ اٹھایا؟

شوہر کہتا تھا کہ کیسے اٹھاتا واعظ نے تو یہ کہا تھا کہ رزق اوپر سے آئے گا میں بھلا زمین سے کیوں رزق اٹھاتا؟

یہودی نے گھڑے کا ڈھکنا ہٹایا اور ان کے گھر میں پھینکنے لگا جیسے ہی اشرفیوں کی آواز مسلمان نے سنی تو بیوی سے کہا لو مبارک ہو خدا نے اوپر سے رزق برسانا شروع کر دیا ہے۔

یہودی نے غور سے دیکھا تو اسے اشرفیاں چمکتی ہوئی دکھائی دیں۔اس نے سوچا کہ آدھا حصہ گراچکا ہوں تو آدھا حصہ اپنے لیئے رکھ لو،لیکن جیسے ہی اس نے گھڑے کے اندر نگاہ کی تو اسے خطرناک سانپ اور بچھو دکھائی دیئے۔اس نے بقیہ دولت بھی روشن دان سے گرادی جسے غریب مسلمان اور اس کی بیوی نے جمع کرلیا یہ منظر دیکھ کے یہودی دین اسلام سے بہت متاثر ہوا اور صبح آتے ہی اس نے کلمہ اسلام پڑھ لیا۔

درود پاک کی برکت سے مفلس مسلمان کو دولتِ دنیا حاصل ہوئی اور یہودی کو دولتِ ایمان نصیب ہوئی۔

۴۱۔قبرستان میں درود پاک پڑھنے کا اثر

کتاب ریاض الازھار میں مرقوم ہے کہ ایک بوڑھی عورت کی جوان بیٹی مرگئی۔کچھ دنوں کے بعد اس نے خواب میں اپنی بیٹی کو دیکھا جو کہ سخت عذاب میں مبتلا تھی۔

پھر چند دن گزرے کہ اسے خواب میں اپنی بیٹی دوبارہ دکھائی دی لیکن اس بار وہ بہت خوش تھی۔

عورت نے خواب میں ہی اپنی بیٹی سے پوچھا کہ چند دن پہلے میں نے تمہیں عذاب میں دیکھا تھا لیکن آج میں تمہیں خوش خوش دیکھ رہی ہوں۔آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

بیٹی نے جواب دیا۔

امی جان! میں نے اپنی زندگی میں بہت سے گناہ کیئے تھے ان گناہوں کی مجھے سزا ملی لیکن آج ایک عجب واقعہ پیش آیا ایک مسافر کا ہمارے قبرستان سے گزر ہوا۔اس نے کئی بار درود پاک پڑھ کر قبرستان کے تمام مردوں کے ایصالِ ثواب کیا اس کا اثر یہ ہوا کہ درود پاک کی برکت سے پورے قبرستان سے عذاب ہٹا دیا گیا۔اور ہم جیسے گنہگار بخشے گئے۔

۴۲۔مچھلی پر آگ نے اثر کیوں نہ کیا؟

کچھ معتبر کتابوں میں مرقوم ہے کہ ایک شخص بازار سے مچھلی لایا اور بیوی سے کہا کہ آگ جلا کر اسے آگ میں ڈال دو تا کہ اچھی طرح سے بھُن جائے۔

عورت نے آگ جلائی اور مچھلی کو انگاروں پر رکھا لیکن مچھلی پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوا۔

خاتون نے مزید آگ جلا کر مچھلی کو اس میں ڈالا لیکن مچھلی پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوا۔

بیوی نے تعجب سے اس کا ذکر اپنے شوہر سے کیا شوہر نے مچھلی اٹھائی اور سیدھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔

یارسولؐ اللہ! ہم نے اس مچھلی کو آگ پر پکانا چاہا لیکن اس پر آگ اثر ہی نہیں کرتی۔آخر اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ رسولِ خدا نے اس مچھلی سے فرمایا کہ تجھ پر آگ اثر کیوں نہیں کرتی؟

اللہ تعالیٰ نے مردہ مچھلی کو بولنے کی طاقت دے دی اس نے کہا۔یارسولؐ اللہ!

چند دن پہلے میں فلاں دریا میں تھی کہ دریا پر ایک کشتی آرہی تھی۔ کشتی میں ایک خوبصورت جوان بیٹھا تھا جو کہ آپ اور آپ کی آل پر درود پڑھ رہا تھا۔ مجھے یہ درود اچھا لگا میں نے بھی اسی دن سے آپ پر درود پڑھنا شروع کیا۔ ہاتفِ غیبی کی یہ صدا میرے کانوں سے ٹکرائی کہ تو نے میرے حبیب پر درود پڑھا ہے ہم نے تجھ پر آگ کو حرام کیا ہے۔

یہ درود پاک کی برکت ہے کہ مجھ پر آگ اثر نہیں کرتی۔

۴۳۔ مکھی کی غذا شہد میں کیسے تبدیل ہوتی ہے؟

امالی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک درختِ خرما کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شہد مکھی آئی اور وہ حضرت کے گرد چکر لگانے لگی حضرت علی علیہ السلام نے اسے کپڑے سے ہٹانا چاہا تو آنحضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اسے مت ہٹاؤ یہ اپنی زبان میں مجھ سے کچھ کہنے آئی ہے۔

پھر آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ یہ مکھی کہتی ہے کہ ہم نے کچھ شہد تیار کیا ہے ہم انتہائی کمزور مخلوق ہیں اس سے زیادہ خدمت کی ہم میں بساط نہیں ہے۔ لہٰذا آپ اپنے بھائی علی علیہ السلام سے فرمائیں کہ وہ پہاڑ کے دامن میں جا کر شہد اُٹھا لائیں۔

رسولِ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا تو وہاں پر خاص مقدار میں شہد موجود تھا

جسے آپ نے برتن میں ڈالا اور واپس تشریف لائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکھی سے فرمایا کہ تم ہر طرح کے درخت کا رس چوستی ہو ان میں کچھ کا رَس کڑوا بھی ہوتا ہے مگر اس کے باوجود تمہارا شہد میٹھا کیوں ہوتا ہے؟

مکھی نے جواب دیا یا رسول اللہ! جب ہم پھلوں پھولوں کا رَس اپنے شکم میں جمع کرتی ہیں تو اس وقت ہمیں قدرت کی طرف سے الہام ہوتا ہے کہ تم نبی اور آل نبی پر تین بار صلوٰت پڑھو۔

جب ہم صلوٰت پڑھتی ہیں تو سارے کا سارا رَس شہد میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ہے یہ صلوٰت کی برکت ہے۔

۴۴۔ سود خور کا انجام اور درود کی برکت

سفیان ثوری اپنے عہد کے ممتاز محدث اور فقیہ وصوفی تھے ان کے متعلق ملّا معین نے معارج النبوۃ میں یہ لکھا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں حج کے لیئے گیا تو وہاں طواف کے دوران ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ وہ قدم قدم پر درود پڑھتا تھا۔ درود کے علاوہ وہ کوئی دوسری دعا نہیں پڑھتا تھا میں نے اس سے کہا کہ بندہ خدا!

درود بہترین عبادت ہے لیکن اس کے علاوہ اور دعائیں بھی ہیں اور علماء نے چکر حکم کے لیے مخصوص دعائیں بھی لکھی ہیں۔ لہٰذا تم کو چاہیئے کہ تم وہ دعائیں بھی پڑھو۔

اس شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟

میں نے اسے اپنا تعارف کرایا۔شاید وہ غائبانہ طور پر میرا نام سن چکا تھا۔اسی لیئے اُس نے مجھ سے کہا کہ اگر آپ کے علاوہ کوئی اور مجھ سے یہ وجہ پوچھتا تو میں کبھی نہ بتاتا آپ چونکہ ایک محدّث ہیں لہٰذا میں اس کی وجہ بتاتا ہوں۔

پھراس نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں اور میرے والد حج کے لیئے گھر سے روانہ ہوئے راستے میں میرے والد بیمار ہوئے۔ میں نے عالمِ مسافرت میں ان کا علاج معالجہ کرایا لیکن وہ ٹھیک نہ ہوئے۔آخرکار انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

مجھ پر مصیبت کا پہاڑ اس وقت ٹوٹا جب میں نے والد کے چہرے کو دیکھا تو اس کا چہرہ گدھے کا چہرہ بن چکا تھا۔

میں نے دل ہی دل میں کہا کہ شاید میرا والد منافق ہوگا یا بہت بڑا بدکار ہوگا اس وقت میں نے خداوند عالم سے استغاثہ کیا اور رسولِ خدا پر درود پڑھنا شروع کیا۔

آخرکار اللہ کو مجھ پر ترس آ گیا اتنے میں ایک بزرگ نمودار ہوئے جن کے چہرے سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

انھوں نے میرے والد کے جسم کو ہاتھ لگایا تو میرے والد کی حالت صحیح ہوگئی اور جنازہ انسانوں جیسا ہوگیا۔

وہ بزرگ جانے لگے میں نے ان کے دامن کو پکڑ کر کہا کہ خدارا آپ اپنا تعارف کروائیں۔

بزرگ نے فرمایا کہ سنو! میں وہی ہوں جس پر تم درود پڑھ رہے ہو میں محمد رسول اللہ ہوں۔ تمہارا والد سود خور تھا لہٰذا اس کی صورت مسخ ہوگئی تھی تمہاری درود کی وجہ سے مجھے یہاں آنا پڑا۔

اس کے بعد اس جوان نے کہا کہ میں درود پاک کی یہ برکت اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں اسی لیئے میں درود کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں پڑھوں گا۔

۴۵۔ درود نہ پڑھنے والوں سے رسولِ خداؐ ناراض ہوتے ہیں

مدارج النبوت میں مرقوم ہے کہ ایک شخص درود پڑھنے میں کوتاہی کرتا تھا۔ ایک رات عالم خواب میں اسے رسولِؐ خدا کی زیارت نصیب ہوئی لیکن آنحضرتؐ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔

اس شخص نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! میں آپ کا امتی ہوں مگر آپ نے مجھ پر التفات نہیں کیا۔ جب کہ میں نے علماء سے یہ سن رکھا ہے کہ آپ اپنی امت کے لیئے ماں سے بھی زیادہ ہمدرد ہیں!

آنحضرت نے فرمایا کہ یہ درست ہے لیکن تو مجھ پر درود نہیں بھیجتا۔ میری پہچان کا ذریعہ درود ہی ہے۔

اس کے بعد خواب ختم ہوگیا اور اس شخص نے آپ پر کثرت سے درود پڑھنے

کو اپنا ورد بنا لیا پھر کچھ عرصہ بعد اسے رسولِؐ خدا کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے اس پر شفقت کا مظاہرہ فرمایا۔

۴۶۔ درود کی مقدار میں کمی نہیں کرنی چاہئے

کتاب معارج النبوت میں مرقوم ہے کہ ایک شخص انتہائی عابد وزاہد تھا اتفاق سے وہ پانچ سو درہم کا مقروض ہو گیا اور وہ اس رقم کو ادا کرنے سے قاصر تھا۔

اس نے درود پاک کے ذریعہ سے رسولِؐ خدا سے توسل حاصل کیا اور آپ سے اپنے قرضہ کی شکایت کی۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تم نیشاپور چلے جاؤ وہاں ابوالحسن کسائی نام کا آدمی رہتا ہے اور وہ کافی دولت مند اور خدا ترس ہے۔ وہ ہر پانچ سو افراد کو لباس فراہم کرتا ہے اور وہ غرباء ومساکین کی مدد کرتا ہے۔

تم اس کے پاس جا کر اپنے لیے پانچ سو درہم کا سوال کرو۔ اگر وہ کچھ لیت و لعل سے کام لے تو اس سے کہنا کہ مجھے رسولِؐ اکرم نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور انھوں نے یہ نشانی بیان کی ہے کہ تمہارا معمول تھا کہ ہر شب سونے سے پہلے ایک سو مرتبہ درود بھیجا کرتے تھے لیکن چند دن سے تمہاری طرف سے ہمیں ہدیہ موصول نہیں ہوا۔

الغرض وہ شخص نیشاپور گیا اور ابوالحسن کسائی سے ملاقات ہوئی اور اس نے اس

سے پانچ سو درہم کا سوال کیا لیکن اس نے کوئی خاص توجہ نہ کی۔

پھر اس شخص نے اسے متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ میں خود نہیں آیا بلکہ حضرت رسولِ خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ تمہارا معمول تھا کہ تم روزانہ ہر رات کو سونے سے پہلے مجھ پر ایک سو مرتبہ درود پڑھتے تھے لیکن کچھ دنوں سے تم نے وہ ہدیہ روانہ نہیں کیا۔

ابوالحسن کسائی نے جیسے ہی یہ نشانی سُنی تو کرسی سے اٹھ کر اس شخص کو گلے لگایا اور اس کے منہ کو چوما اور اس کی آنکھوں کے بوسے لیئے اور کہا کہ واقعی تم نے سچی نشانی بیان کی ہے۔

اُس نے اسے دو ہزار پانچ سو درہم دیئے اور کہا کہ پانچ سو سے اپنا قرض اتارو اور دو ہزار تمہارا انعام ہے کہ تم نے مجھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیغام سُنایا ہے پھر کہا کہ اگر بعد میں تمہیں کبھی احتیاج محسوس ہو تو میرے پاس چلے آتا۔

۷۴۔ صلوٰت ''تنجینا''

کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کا بیان ہے کہ ہم کشتی میں سفر کر رہے تھے کہ اچانک کشتی منجدھار میں پھنس گئی اور ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے مسافر یقینی موت کو دیکھ کر ایک دوسرے سے الوداع کرنے لگے۔

اس اثنا میں مجھے اونگھ آ گئی اور اسی عالم میں مجھے حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

زیارت نصیب ہوئی آپ نے فرمایا کہ کشتی میں سوار افراد سے کہو کہ وہ مجھ پر یہ مخصوص صلوات ایک ہزار مرتبہ پڑھیں۔

پھر آپ نے مجھے وہ صلوٰت تعلیم کی اور فرمایا کے اس صلوٰت کی برکت سے تمہاری کشتی بچ جائے گی۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور کشتی والوں کو مذکورہ صلوٰت پڑھنے کا حکم دیا۔

ابھی ہم نے تین سو بار ہی صلوٰت پڑھی تھی کہ کشتی منجدھار سے باہر نکل آئی اور تمام مسافر محفوظ رہے۔

وہ صلوٰت یہ ہے۔

اللّٰھم صلِ علیٰ سیدنا محمدٍ وعلیٰ آلہٖ صلاۃ تنجینا بھا من جمیع الأھوال والآفات وتقضی بھا جمیع الحاجات وتطھرنا بھا من جمیع السیئات وترفعنا بھا عندك أعلی الدرجات وتبلغنا بھا أقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیاۃ وبعد الممات

خاکِ شفا کی عظمت:

قصص الانبیاء میں مرقوم ہے کہ صفوی سلاطین کے عہد حکومت میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک فرنگی اصفہان آیا اور اس نے علمائے مسلمین سے آنحضرت کی

ختم نبوت کی دلیل طلب کی اور کہا کہ تواتر کے علاوہ تمہارے پاس کوئی اور دلیل ہے تو پیش کرو۔

وہ فرنگی علم ہیئت، ریاضی اور نجوم میں مہارت تامہ رکھتا تھا اور اس کے علم کی وسعت یہ تھی کہ وہ ہر شخص کو اس کے ماضی کے خوشگوار اور ناخوشگوار واقعات سے آگاہ کر دیتا تھا۔

ایک دن صفوی بادشاہ نے اس کے مقابلہ کے لیئے علماء کو دربار میں بلایا تاکہ وہ فرنگی سے مباحثہ کریں اور آنحضرت کی نبوت خاصہ کا اثبات کریں۔

ان علماء میں ملا محسن فیض بھی شامل تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے فرمایا کہ آپ بھی عجیب بادشاہ ہیں اسی جیسے جاہل شخص سے مباحثہ کے لیئے علماء کو زحمت دی ہے۔

فرنگی نے یہ جملے سنے تو اسے توہین پر محمول کیا اور اس نے ملا فیض سے کہا کہ آپ اپنے علم پر نازنہ کریں مجھے حضرت مسیح اور ان کی طاہرہ ماں کی قسم! میں تم سے کہیں زیادہ علم رکھتا ہوں اور جب تمہیں مجھ سے واسطہ پڑے گا تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ میں تم سب لوگوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ میں آپ کی کتاب زندگی کے ماضی کے تمام اوراق کو جانتا ہوں اور اگر یقین نہ ہو تو پھر آزما کر دیکھ لو۔

ملا محسن فیض نے اپنی بغلی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے کوئی چیز نکال کر اپنی مٹھی میں بند کی اور فرنگی سے کہا کہ اگر تم علم رکھتے ہو تو بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے؟ عیسائی عالم کافی دیر تک سوچتا رہا اس نے اپنا سر جھکا لیا ملا محسن فیض نے

فرمایا؟

کیا بات ہے بتاتے کیوں نہیں ہو؟ کہا تمہا اعلم ختم ہو گیا ہے۔ عیسائی عالم نے کہا کہ مجھے مسیح اور ان کی والدہ کی قسم ہے میرا علم ختم نہیں ہوا البتہ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جنت کی یہ مٹی تمہارے ہاتھ میں کیسے آئی ہے۔؟

ملا محسن فیض نے فرمایا کہ کہیں تم نے حساب میں غلطی تو نہیں کی ہے؟ عیسائی عالم نے کہا کہ مسیح اور ان کی والدہ کی قسم! میں نے غلطی نہیں کی ہے لیکن حیران ہوں کہ جنّت کی مٹی آپ کے ہاتھ میں کیسے آئی ہے؟

اس وقت ملا محسن فیض نے فرمایا کہ سنو! یہ خاکِ کربلا ہے اور یہ تربتِ حسینؑ ہے اور ہمارے پیغمبر کا فرمان ہے کہ کربلا جنّت کا ایک قلعہ ہے۔

عیسائی عالم بہت متاثر ہوا اور اس نے تربتِ حسینؑ کی برکت سے اسلام قبول کرلیا۔

۴۸۔ آنکھوں کی بینائی کا درست ہونا

سیّد جلیل جزائری زہر الربیع میں لکھتے ہیں کہ ایک بار میری آنکھیں خراب ہوگئیں اور بصارت میں خاطر خواہ کمی واقع ہوگئی۔

میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ زیارت عرفہ کے لیئے کربلا معلیٰ آیا روز عرفہ کے گزرنے کے بعد خدام نے روضہ امام حسین علیہ السلام کی صفائی شروع کی گرد و غبار کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن اِس اثنا میں مَیں نے

اپنی آنکھیں پوری طرح سے کھلی رکھیں اور میری آنکھوں میں روضہ حسینؑ کا گرد و غبار داخل ہوتا رہا۔ جیسے ہی میں روضہ حسینی سے باہر آیا تو میری آنکھیں روشن ہوچکی تھیں اور ضعفِ بصارت بالکل باقی نہیں رہا تھا۔ اور میری بصارت ایامِ جوانی کی بصارت سے بھی بہتر ہوگئی۔

سیّد جزائری کے ساتھی بیان کرتے تھے کہ زندگی کے آخری ایام تک ان کی بصارت بالکل صحیح رہی اور وہ ضعیفی کے ایام میں بھی قرآن مجید اور دیگر مذہبی کتابیں پڑھا کرتے تھےاور فرماتے تھے کہ یہ روضہ حسینی کی خاک کی برکت ہے۔

۴۹۔ مسجد و مندر کا فرق

فاضل نراقی نے کتاب خزائن میں لکھا ہے کہ میر ابوالقاسم قند و بلدِ کفار کی سیر و سیاحت کے لیئے گئے۔

ایک جگہ ہندوؤں نے ان سے کہا کہ ہمارا دین و دھرم سچا ہےاور تم مسلمانوں کا دین باطل ہےاوراس کی دلیل یہ ہے کہ ہم مندر بناتے ہیں تو وہ صدیوں تک قائم رہتے ہیں جب کہ تم مسلمان مسجد تعمیر کراتے ہوتو وہ بہت جلد ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتی ہے۔

میر ابوالقاسم نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مساجد میں صحیح عبادت ہوتی ہے اوراسی وجہ سے ہماری مساجد صحیح عبادات کی تاب نہیں لاتیں اور جلد ٹوٹ جاتی ہیں جب کہ تمہارے مندروں میں صحیح عبادت ہی نہیں ہوتی اس لیے تمہارے

مندر طویل عرصہ تک قائم رہتے ہیں۔

اور اگر تمہارے مندروں میں صحیح عبادت ہونے لگے تو وہ بھی جلال الٰہی کی تاب نہ لائیں گے اور ٹوٹ جائیں گے ہندوؤں نے کہا کہ آپ اس کا تجربہ کر کے دکھائیں میر ابوالقاسم نے کہا کہ مجھے منظور ہے پھر ہندو انھیں اپنے بنایت میں مضبوط مندر میں لے آئے جو کہ کئی صدیوں سے قائم دائم تھا۔

میر ابوالقاسم نے وضو کیا۔ مندر میں تشریف لے گئے اذان کہی اور اقامت کہی اس کے بعد انھوں نے جیسے ہی تکبیرۃ الاحرام کہی تو مندر کے ٹوٹنے کی آواز بلند ہوئی۔

میر ابوالقاسم نماز چھوڑ کر باہر آ گئے اور چند لمحات میں ہندوؤں کا مندر خاک کا ڈھیر بن گیا۔

۵۰۔ جب صاحبِ قبر نے مہمانی دی

حسب ذیل واقعہ خزائن نراقی میں مرقوم ہے ایک باوثوق شخص نے بیان کیا کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب میری عمر سترہ یا اٹھارہ برس کی تھی عید نوروز کا جشن منانے کے لیئے میں اپنے دوستوں کے پاس اصفہان گیا۔

نوروز کے دن سارے بازار سجے تھے اور دوست دوستوں کو مٹھائیاں کھلا رہے تھے اور ایک دوسرے کو مٹھائی دے رہے تھے اسی اثنا میں ہم ایک دوست کو مبارک دینے کے لیئے گئے ہمارے اس دوست کا گھر ایک قبرستان کے پاس

تھا ہم نے ایک ساتھی کو اس کا پتہ معلوم کرنے کے لیئے بھیجا اور باقی دوست ایک قبر پر بیٹھ گئے۔

ہم میں سے ایک دوست نے صاحب قبر سے کہا۔

بھائی! آج عید کا دن ہے لوگ ایک دوسرے کو مٹھائیاں کھلا رہے ہیں اور مہمانی دے رہے ہیں تو کیا تم ہمیں مہمانی نہیں دو گے؟

جیسے ہی ہمارے دوست کی گفتگو تمام ہوئی تو قبر سے آواز آئی بھائیو! معذرت خواہ ہوں، مجھے تمہاری آمد کا پہلے سے علم نہیں تھا ورنہ میں بھی تمہاری ضیافت کا شرف حاصل کرتا۔

میں تم بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ اگلے بدھ تشریف لائیں میں آپ کو مہمانی دوں گا۔

جب ہم نے صاحبِ قبر کی آواز سنی تو سخت گھبرا گئے اور فوراً وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ہمیں یقین ہو گیا کہ اگلے بدھ تک ہم مر جائیں گے۔

اس کے بعد ہم نے توبہ واستغفار شروع کر دی۔ دن گزرتے رہے یہاں تک کہ منگل کا دن خیر وخوبی سے گزر گیا پھر تمام دوستوں نے کہا کہ بھائیو! ہمیں اس صاحبِ قبر کی دعوت پر ضرور جانا چاہیئے چنانچہ بدھ کے دن ہم سب دوست اس قبر پر پہنچے اور آواز دے کر کہا اے صاحبِ قبر! ہم اپنے وعدے کے مطابق آئے ہیں اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔

اس کے بعد اچانک قبر شگافتہ ہوئی اور اس میں ایک دروازہ دکھائی دیا اور روشنی ظاہر ہوئی اور اندر سے آواز آئی۔

بسم اللہ! تشریف لائیں۔

اس کے ساتھ ہی کچھ سیڑھیاں دکھائی دیں ہم لوگ بڑے تعجب سے اندر داخل ہوئے۔ایک شخص وہاں پر کھڑا تھا جو ہماری رہنمائی کررہا تھا۔اور جیسے ہی اندر کی دہلیز ختم ہوئی تو وہاں ہمیں خوبصورت باغ دکھائی دیا جس میں ہر طرح کے پھل پھول موجود تھے اور اس میں شفاف پانی کی نہریں جاری تھیں اور درختوں پر خوش الحان پرندے چہچہا رہے تھے۔

باغ کے وسط میں ایک خوبصورت شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے ہمارا استقبال کیا اور معذرت خواہی کی کہ چند دن پہلے میں تمہیں مہمانی نہیں دے سکا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ تم لوگوں نے مجھے پہلے نہیں کہا تھا۔

اب آپ حضرات دل کھول کر مٹھائیاں اور پھل تناول کریں ہم میں سے ہر ایک نے جی بھر کر وہ نعمات کھائیں کچھ دیر بعد ہم نے اس سے اجازت طلب کی اور وہ ہماری مشایعت کے لیئے اپنے محل کی دہلیز تک آیا۔

ہم میں سے ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور آپ کا گھر کہاں تھا؟

اس نے بتایا کہ میں ایک قصاب ہوں اور قبرستان کے ساتھ جو چھوٹا سا بازار

ہے میں اسی بازار میں گوشت بیچا کرتا تھا۔

میں نے پوری زندگی کبھی گوشت کم نہیں تولا تھا اور میرا معمول تھا کہ جیسے ہی اذان بلند ہوتی تو میں فوراً خرید و فروخت بند کر کے مسجد میں چلا جاتا تھا۔

اور جب میں مرا تو میرے خدا نے مجھے قبر میں ان نعمات سے نوازا ہے جنہیں تم نے دیکھا ہے۔

اس کے بعد ہم سب باہر آ گئے اور قبر پہلے کی طرح سے بند ہو گئی۔

۵۱۔ والی خراسان علیہ السلام کا ایک معجزہ

کتاب زہر الربیع میں سید جزائری لکھتے ہیں ۱۰۸۰ھ میں ترکمانوں نے استر آباد پر حملہ کیا اور اس شہر کو خوب لوٹا اور یہاں کی بڑی آبادی کو غلام اور کنیز بنا کر اپنے ساتھ لے گئے۔

میں ۱۱۰۷ھ میں مشہد مقدس کی زیارت سے فارغ ہو کر استر آباد گیا وہاں ایک نیک سیرت سید زادے نے مجھے یہ داستان سنائی۔ ترکمان فوج نے استر آباد کے بہت سے مردوں اور عورتوں کو قیدی بنایا تھا اور قیدیوں میں ایک جوان لڑکی ایسی بھی تھی جس کا باپ اس جنگ میں مارا گیا تھا اور وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔

اس لڑکی کی بیوہ ماں استر آباد میں ہی رہ گئی تھی اس بیوہ کے لیئے دو صدمے تھے پہلا صدمہ شوہر کا تھا۔ اور دوسرا صدمہ بیٹی کی گرفتاری کا تھا۔

وہ بے چاری دن رات دعائیں مانگتی کہ خدا اسے اس کی بچھڑی بیٹی سے ملائے اور وہ بیٹی کے لیئے بے حد گریہ کیا کرتی تھی۔

ایک مرتبہ اس نے سوچا کہ علماء بیان کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام اپنے زائرین کے ضامن ہوں گے اور روز حشر اپنے زائرین کی شفاعت کر کے انھیں جنت میں لے جائیں گے اس بیوہ خاتون نے اپنے آپ سے کہا کہ امامؑ اپنے زائرین کے ضامن ہیں تو کیا وہ مجھے میری بیٹی سے نہیں ملوائیں گے؟

یہ سوچ کر وہ خاتون امام علیہ السلام کی زیارت کے لیئے مشہد آگئی یہاں کچھ دن اس نے قیام کیا اور روزانہ امام علی رضا علیہ السلام سے توسل کر کے دعا مانگتی تھی کے خدا اسے اس کی بچھڑی ہوئی بیٹی سے ملائے۔

دوسری طرف کی کیفیت یہ تھی کہ ترکمانوں نے اس کی لڑکی کو بردہ فروشوں کے بازار میں جا کر فروخت کر دیا تھا اور بردہ فروش اسے بخارا لے گئے۔

بخارا میں ایک نیک سیرت انسان رہتا تھا جس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں دریا میں ڈوب رہا ہوں اور بچانے کے لیئے صدائیں دے رہا ہوں۔

اتنے میں ایک جوان لڑکی نمودار ہوئی جس نے اسے تلاطم خیز موجوں سے نکال لیا۔

صبح ہوئی وہ بازار میں سودا سلف خریدنے کے لیئے گیا تو وہاں اسے اس کا ایک دوست ملا جو کہ بردہ فروشی کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ اس وقت میرے پاس

ایک عابدہ زاہدہ قسم کی کنیز موجود ہے اور اگر آپ اسے خریدنا چاہیں تو خرید لیں۔

وہ نیک انسان بردہ فروش کے ساتھ اس کے مرکز پر گیا۔ اس نے اسے کنیز دکھائی اور اتفاقِ قدرت یہ ہوا کہ اس شخص نے خواب میں جس لڑکی کو دیکھا تھا یہ وہی لڑکی تھی۔

چنانچہ اس نے اس کنیز لڑکی کو خرید لیا اور اسے گھر لے آیا اور اس سے کہا بیٹی! دیکھو میں تو بوڑھا شخص ہوں تم سے نکاح نہیں کر سکتا۔ میرے چار جوان بیٹے ہیں ان میں سے جس سے چاہو تمہارا نکاح کرنے کے لیئے تیار ہوں۔

لڑکی نے کہا: بابا جان! آپ کا شکریہ! آپ کا جو بیٹا مجھے امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد لے جانے کا وعدہ کرے میں اُس سے نکاح کروں گی۔

چنانچہ ایک جوان نے اسے مشہد لے جانے کا وعدہ کیا اور یوں اس کا نکاح اس لڑکی سے ہو گیا۔ چند دن بعد وہ جوان اپنی دلہن کو لے کر مشہد آیا اور مشہد پہنچتے ہی لڑکی کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ جوان کے علاج معالجہ کرایا اور ڈاکٹروں نے کچھ دنوں کی استراحت کا مشورہ دیا۔

وہ جوان چاہتا تھا کہ کوئی خاتون مل جائے جو اس کی دلہن کی دیکھ بھال کرے ایک دن اس نے ایک بوڑھی خاتون سے کہا۔

اماں! میری زوجہ کی طبیت ناساز ہے اسے تیمارداری کی اشد ضرورت ہے اگر آپ مہربانی کریں تو میرے ساتھ سرائے میں چلیں میری زوجہ کی تیمارداری کریں اس کا

اجر اللہ دے گا اور میں بھی اپنی حیثیت کے مطابق آپ کی خدمت کروں گا۔

خاتون تیار ہو گئی نوجوان اس خاتون کو لے کر اپنی زوجہ کے پاس آیا۔ جب خاتون نے اس کی دلہن کو دیکھا تو وہ اس کی بچھڑی ہوئی بیٹی تھی ماں نے بچھڑی ہوئی بیٹی کو گلے لگایا اور لڑکی نے اپنی ماں کو سینہ سے چمٹایا۔

یوں امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے فیض سے ماں کو بچھڑی بیٹی ملی اور بیٹی کی ماں سے ملاقات ہوئی۔

۵۲۔ ناحق قسم پر گرفت کے چند واقعات ایک چور عورت کا انجام

فاضل نراقی اپنی کتابِ خزائن میں لکھتے ہیں کہ میں ۱۲۱۰ھ میں زیاراتِ معصومین کے لیئے روانہ ہوا۔ ایک دن میں کاظمین میں بیٹھا تھا اور دعائے کمیل شروع کی تو صحن کی طرف سے لوگوں کے شور وغوغا کی صدائیں سنائی دیں اور شور اتنا زیادہ تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ اور دعا کے لیئے حضورِ قلب مشکل ہو چکا تھا۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو یہ عرب کتنے بے ادب ہیں انھیں معصوم کے حرم کا بھی لحاظ نہیں ہے۔ یہ یہاں بھی شور مچا رہے ہیں۔

جب شور مزید بڑھا تو میں اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھا کہ دیکھیں یہ

شور کیوں بپا ہے۔؟

صحن میں آئے تو دیکھا کہ ایک عورت نے دو عورتوں کے گریبان پکڑ رکھے ہیں اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ میری رقم کی تھیلی تم میں سے کسی ایک نے چوری کی ہے۔

تم دونوں میرے ساتھ روضہ مبارک میں چلو اور قبر امام موسیٰ کاظم و امام محمد تقی پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ تم نے چوری نہیں کی ہے۔

دونوں عورتوں نے قسم کھانے کی حامی بھری روضہ کا کنجی بردار شیخ محمد انھیں اندر لے آیا۔

ان میں سے ایک عورت پورے وقار و اطمینان سے چلتی ہوئی آئی اور قبر مطہر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

ابوالجوادین! آپ جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں دعویٰ کرنے والی خاتون نے کہا کہ میں تم سے مطمئن ہوں تم نے چوری نہیں کی ہے۔اب یہ دوسری عورت قسم کھائے۔

دوسری عورت آگے بڑھی اور اس نے قبرِ مطہر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ابوالجوادین! آپ جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں۔

خدام اسے دوسرے کمرے میں لے آئے۔اس کے رشتہ داروں نے معافی کے لیئے کچھ بکرے بھی ذبح کیئے۔آخر کار کافی رات گئے بعد اس نے آنکھ کھولی

اور کہا واقعی میں نے اس خاتون کی تھیلی چُرائی تھی اور وہ تھیلی میرے سامان میں موجود ہے۔

اس عورت کے ورثاء نے وہ تھیلی نکال کر مدعیہ خاتون کے سپرد کی بعد اذان چور عورت دوبارہ بے ہوش ہوگئی اور اذانِ فجر کے وقت مرگئی۔

۵۳۔امیر المومنین علیہ السلام کے نام کی قسم کھانے والے کا انجام

ایک ایرانی حج وعمرہ کی غرض سے حجاز گیا وہاں اس نے ایک مکّی صرّاف سے کرنسی کا لین دین کیا مکّی صرّاف نے لین دین میں بے ایمانی کی اور ایرانی کی کچھ رقم ہتھیانا چاہی۔

ایرانی نے احتجاج کیا کہ تم نے مجھے مزید اتنی رقم دینی ہے مگر صرّاف نے انکار کیا۔

نوبت قسم پر آئی صراف نے اپنے تین بزرگوں کی قسم کھا کر کہا کہ میں سچا ہوں اور تمہیں تمہارا حق مل چکا ہے۔

ایرانی نے کہا کہ تم امیر المومنینؑ علی بن ابی طالب کی قسم کھاؤ مکی صراف نے بے دریغ امیر المومنینؑ کی قسم کھائی تو اس کی زبان گنگ ہوگئی اور وہ اشاروں پر اتر آیا پھر اس نے رَو رَو کر ایرانی سے معافی مانگی اور اسے اس کا حق ادا کیا۔

۵۴۔حرم امیر المومنینؑ میں قسم کھانے والے کا انجام

کتاب حبل المتین میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے کسی دوسرے کو چند گائیں چرانے کے لیئے دی تھیں اور اس سے ماہانہ اُجرت مقرر کی تھی۔ لیکن چند مہینوں بعد چرواہا مُکر گیا اور دعویٰ کیا کہ یہ میری گائیں ہیں میں نے تم سے قیمت دے کر خریدی تھیں۔

دونوں طرف سے کوئی گواہ موجود نہ تھا اسی لیئے معاملہ قسم پر آ کر ختم ہوا اور یہ طے پایا کہ چرواہا حرم امیر المومنینؑ میں جا کر آپ کی قبرِ مطہر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائے گا کہ یہ گائیں میری زر خرید ہیں۔

الغرض فریقین حرم امیر المومنین میں داخل ہوئے اور چرواہے نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی قبر مطہر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں خدا کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کے یہ گائیں میری ملکیت ہیں اور میری زر خرید ہیں جیسے ہی اس نے قسم کھائی تو اس کا پورا وجود بے حس و حرکت ہو گیا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گرا۔

لوگوں نے اسے وہاں سے اُٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ زمین کے ساتھ پیوست ہو گیا۔

کچھ دیر بعد اسے ہوش آیا تو اشاروں سے کہا کہ گائیں میری ملکیت نہیں ہے یہ فریق ثانی کی ملکیت ہیں۔

اس کے بعد اسے زمین نے چھوڑ دیا۔

اسی طرح سے ایک اور مجرم نے قسم کے لیئے امیر المومنینؑ کی قبر مطہر پر ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ قبر مطہر کے ساتھ چسپاں ہو گیا۔

آخر کار اس نے معافی مانگی تو اس کا ہاتھ آزاد ہوا۔

۵۵۔دو درویشوں کا واقعہ

کتاب حبل المتین میں ملّا محمد جیلانی کی زبانی یہ واقعہ منقول ہے کہ ایک درویش نے امیر المومنین علیہ السلام کے جوار میں رہائش اختیار کی اس کا نام علی تھا۔وہ نجف کے آخری کونے میں ایک جھونپڑی بنا کر رہتا تھا۔

کبھی کبھی وہ کربلا معلّیٰ جاتا اور حضرت سیّد الشہدا علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کرتا اور واپسی پر وہ خاکِ کربلا اپنے ساتھ لاتا تھا اور اس کی سجدہ گاہیں بنا کر لوگوں کو تحفہ میں دیتا تھا اور معاوضہ میں لوگ بھی اس کی مالی معاونت کرتے تھے۔اس طرح سے اس کے پاس آٹھ نو ہزار تومان کی رقم جمع ہو گئی اور وہ اس رقم کو اپنی جھونپڑی کے ایک کونے میں چھپا کر رکھتا تھا۔ پھر ایک اور درویش نجف آیا اس کے رہنے کے لیئے نجف میں کوئی جگہ نہ تھی پہلے درویش نے اس پر ترس کھایا اور اسے اپنی جھونپڑی میں لے گیا ایک عرصہ تک دونوں درویش ایک ساتھ رہتے رہے۔

نو وارد درویش نے پہلے کی عدم موجودگی میں جھونپڑی کی تلاش کی تو اسے درویش کی چھپائی ہوئی دولت مل گئی اس نے وہ دولت وہاں سے نکالی اور کسی

دوسری جگہ جا کر دفن کر دی۔

کچھ دنوں بعد پہلے درویش نے اپنی رقم کو دیکھنا چاہا تو اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کی رقم وہاں پر موجود نہ تھی۔ اس نے دوسرے درویش سے کہا کہ میری رقم چوری ہوگئی ہے دوسرے نے بظاہر اس کی غمگساری کی پھر وہ درویش امیر المومنین علیہ السلام کے روضہ مبارک میں آیا اور عرض کیا۔

امیر المومنین! میں نے آپ کی ہمسائیگی اختیار کی تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھے اپنی ہمسائیگی میں نہیں رکھنا چاہتے۔ اچھا خدا حافظ میں آپ کا شہر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

وہ روتے روتے قبرِ امیر المومنینؑ سے جدا ہوا دوسرے درویش نے کہا کہ تمہارے بغیر میں بھی یہاں نہیں رہنا چاہتا میں بھی تمہارے ساتھ یہاں سے روانہ ہوتا ہوں۔

بہرنوع دونوں درویش نجف سے روانہ ہوئے جب نجف سے کچھ فاصلہ پر پہنچے تو ایک شہر آ گیا۔ اسے دیکھ کر دونوں گھبرا گئے شیر غراتا ہوا آگے بڑھا اور دوسرے درویش پر حملہ کر دیا اور آنِ واحد میں اسے ہلاک کر دیا پھر شیر نے اس کی گٹھڑوں کو اٹھایا اس میں سے ایک تھیلی نکالی جس میں پرانے درویش کی تمام جمع پونجی موجود تھی اور وہ تھیلی اٹھا کر اس نے دوسرے درویش کے سامنے پھینکی اور چلا گیا جب درویش کو اس کی رقم مل گئی تو وہ واپس نجف آیا اور امیر المومنینؑ کا

شکریہ ادا کیا۔

بقیہ تمام زندگی اس نے نجفِ اشرف ہی میں بسر کردی جب انتقال ہوا تو اہلِ نجف نے اسے وادی السلام میں دفن کر دیا۔

۵۶۔ قسم نہ کھانے والے کو قدرت کا انعام

شیخ عبدالرحمٰن صفوری الشافعی نے نزہۃ المجالس میں حسب ذیل حکایت لکھی ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک صالح انسان رہتا تھا اور خدا نے اسے ایک صالح بیٹا عطا کیا تھا۔

باپ کی وفات ہونے لگی تو اس نے بیٹے کو وصیت کی کہ فرزند! میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد نہ تو کسی سے قسم اٹھوانا اور نہ ہی قسم کھانا خواہ وہ سچی ہی کیوں نہ ہو۔

الغرض اس مرد صالح کا انتقال ہوگیا اور وہ کافی دولت مند تھا یار لوگوں کو اس کی وصیت کا علم ہوا تو وہ اس کے بیٹے کے پاس آنے لگے اور کوئی کہتا کہ میں نے تمہارے والد سے اتنا قرض لینا تھا۔ لہٰذا آپ قرض کی رقم مجھے واپس کریں۔ اگر آپ کو اعتماد نہیں تو مجھ سے قسم لے لیں یا خود قسم کھائیں۔

لائق بیٹا باپ کی وصیت سے مجبور تھا وہ نہ تو کسی سے قسم لیتا اور نہ خود قسم کھاتا۔ وہ ہر شخص کو اس کے مطالبہ پر رقم دیتا تھا۔ شب و روز یوں ہی چلتے رہے آخر کار

وہ شخص مُفلس ہو گیا اس کے گھر کچھ بھی نہ رہا اس نے اپنی بیوی اور دو بیٹوں کو ساتھ لیا اور وہاں سے ہجرت کی اور سمندر پار جانے کا ارادہ کیا۔

کشتی پر سوار ہوئے جب کشتی گہرے سمندر میں پہنچی تو تیز طوفان کی وجہ سے کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

وہ ایک ٹکڑے پر سوار تھا اور اس کی بیوی دوسرے ٹکڑے پر سوار تھی اور دونوں بیٹے علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں پر سوار تھے۔ اس کے بعد کسی کو کسی کی خبر معلوم نہ ہوئی سمندری طوفان اس شخص کے بیٹے کو ایک ساحل پر لے آیا وہ ساحل پر اُترا تو دیکھا کہ وہ حسین ترین جزیرہ تھا جہاں ہر طرح کے خودرو درخت موجود تھے اور پانی کے میٹھے چشمے ہر طرف رواں دواں تھے۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا

وہاں اسے ایک غیبی صدا سنائی دی کوئی اس کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ تو نے اپنے والد کی وصیت پر عمل کیا ہم تمہیں ایک وسیع خزانہ دیتے ہیں۔

اس خزانہ سے خرچ کرو اور ساحل پر کھڑے ہو جاؤ وہاں سے جو کشتیاں گزریں ان کشتیوں میں سوار لوگوں کو انعام واکرام دو اس بخشش کی وجہ سے اس ویران جزیرہ میں ایک شہر آباد ہو جائے گا اور تم اس شہر کے حکمران ہو گے۔

پھر اس نے سامنے نظر کی تو اسے سونے چاندی کا بڑا خزانہ دکھائی دیا وہ حسب الحکم روزانہ ساحل پر کھڑا ہو جاتا تھا اور جب کبھی کوئی کشتی وہاں سے گزرتی تو وہ اشارہ سے کشتی کو رُکوا کر مسافروں کو انعام واکرام دیتا الغرض تھوڑے ہی عرصہ

میں اس کی سخاوت کی دھوم دور دور تک پھیل گئی اور لوگ دھڑ دھڑ وہاں آباد ہونے کے لیئے آنے لگے اس شخص نے ہر آنے والے شخص کو مکان تعمیر کرنے کے لیئے بھرپور رقم دی۔اور یوں چند مہینوں میں اچھا خاصا شہر وہاں وجود میں آ گیا۔

اتفاق سے اس کے بچھڑے ہوئے بیٹوں نے بھی نئے شہر اور اس کے حکمران کی دریا دلی کے قصے سُنے وہ بھی مشخت آزمائی کے لیئے اس جزیرہ میں آ گئے۔

بادشاہ نے ان دونوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس دونوں جوانوں کو اپنا مقرب خاص بنالیا۔

اس شخص کی بیوی جسے سمندری لہروں نے ایک اور جگہ جا کر پھیکا تھا وہاں ایک شخص نے اس کی خدمت اور تیارداری کی اور کچھ دنوں کے بعد اس شخص نے اس عورت سے نکاح کرلیا۔

ایک دن شوہر نے بیوی سے کہا کہ ایک نیا جزیزہ منکشف ہوا ہے جہاں کا حکمران انتہائی نیک سیرت ہے کیوں ناں ہم بھی وہاں چلیں اور نئ زندگی کا وہاں آغاز کریں۔

چنانچہ وہ شخص ایک کشتی میں بیوی کو سوار کر کے اس جزیرہ کی طرف روانہ ہوا اور طویل سمندری سفر کے بعد وہ اس جزیرہ تک پہنچے میں کامیاب ہو گیا۔

اس نے بیوی کو کشتی میں چھوڑا اور خود بادشاہ کی ملاقات کے لیئے اس کے محل تک آیا اور اس نے بادشاہ سے ملاقات کی۔بادشاہ پورے تپاک اور مہربانی سے

اس سے مِلا۔

رات ہونے لگی نومدرد نے بادشاہ سے کہا کہ فی الحال آپ مجھے اجازت دیں کیونکہ میری بیوی کشتی میں سوار ہے اور میں اسے تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ تنہائی میں وہ گھبرا نہ جائے گی۔

بادشاہ نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں۔آپ آج رات ہمارے ہاں طعام کریں۔ میں اپنے دو مقربین جوانوں کو اس کی حفاظت کے لیئے روانہ کرتا ہوں۔

وہ شخص مان گیا۔بادشاہ نے اپنے دونوں مقرب جوانوں کو کشتی کی حفاظت کے لیئے روانہ کیا۔

جوان کشتی پر پہنچے اور ساری رات جاگتے رہے۔ان میں سے ایک جوان نے دوسرے سے کہا بھیّا! رات لمبی ہے کیوں ناں ہم ایک دوسرے سے اپنے احوال بیان کریں تا کہ ہم ایک دوسرے سے بہتر شناسائی پیدا کریں اور یوں رات بھی کٹ جائے گی۔کشتی میں موجود عورت بیدار تھی وہ ان کی باتیں غور سے سننے لگی۔

ان میں سے جو نسبتاً عمر میں بڑا تھا اس نے اپنے والد کی داستان سنائی اور بتایا کہ لوگوں نے جھوٹ بول بول کر میرے والد کو مفلس بنا دیا تھا۔آخر کار میرے والد نے میری ماں اور میرے چھوٹے بھائی کو ساتھ لیا اور سمندر پار جانے کا ارادہ کیا تھا۔ہم کشتی میں بیٹھے شاید قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔سمندر میں تلاطم پیدا ہوا

اور ہماری کشتی ٹوٹ گئی۔ والد ایک پھٹے پر گئے تھے۔ میں دوسرے پھٹے پر تھا اور میرا چھوٹا بھائی اور پھٹے پر تھا اور ہماری ماں ایک اور پھٹے پر تھی۔قدرت مجھے وہ جگہ لے گئی جہاں تک میں نے زندگی کے اتنے برس گزارے پھر اس بادشاہ کے حسنِ سلوک کی شہرت سُن کر میں اس جزیزہ میں آ گیا۔

نہ جانے میرا بھائی کہاں ہے اور میرا والد کہاں ہے اور میری ماں بیچاری کہاں ہے؟

جب اس کی یہ داستان تمام ہوئی تو دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اسے گلے لگا کر کہا کہ تمہارا چھوٹا بھائی میں ہی ہوں میں فلاں جزیرہ پہنچ گیا تھا اور آپ اس جزیرے میں آ کر آپ کی طرح سے بادشاہ کا مقرب خاص ہوں۔

الغرض دونوں بھائی ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے لیکن پھر دونوں ماں باپ کی جدائی پر رونے لگے۔کشتی میں موجود عورت غور سے ان کی داستان کو سن کر روتی رہی کیونکہ یہ دونوں اس کے حقیقی بیٹے تھے۔لیکن ابھی بتانا خلافِ مصلحت تھا۔

صبح ہوئی عورت کا شوہر بیوی کے پاس آیا تو اس نے بیوی کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سخت پریشان ہوا اور پوچھا کہ تمہیں کس نے رُلایا ہے۔؟

جس نے تجھے رُلایا ہے میں عادل بادشاہ سے اس کی شکایت کروں گا اور اسے سخت سزا دِلواؤں گا۔

عورت نے کہا کہ مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو مجھے جو کچھ کہنا ہے اسے میں بادشاہ کے سامنے کہوں گی۔

وہ شخص بیوی کو بادشاہ کے دربار میں لے آیا اور کہا کہ میری بیوی رو رہی ہے۔ شاید آپ کے آدمیوں نے اسے اذیت دی ہے۔

بادشاہ نے عورت سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ آپ ان دونوں کو بلائیں دونوں حاضر ہوئے تو عورت نے کہا کہ آپ ان سے پوچھیں کہ آج رات کشتی پر بیٹھ کر انھوں نے کیا داستان بیان کی تھی؟

بادشاہ کے حکم پر جوانوں نے اپنی سرگزشت سُنائی۔ جیسے ہی داستان ختم ہوئی تو عورت نے چیخ کر کہا۔

خدا کی قسم! میں ان کی سگی ماں ہوں۔

اس وقت بادشاہ تخت سے اترا اور دونوں لڑکوں سے گلے ملا اور کہا کہ تم دونوں میرے بیٹے ہو اور یہ میری بیوی ہے۔

نووردد نے بیوی کو طلاق دی اور یوں بچھڑا ہوا خاندان دوبارہ جمع ہو گیا۔

۵۷۔ بسم اللہ شریف کی برکت کے چار واقعات

الف: کتاب تحفۃ الاخوان میں مرقوم ہے کہ ایک مومنہ کی شادی ایک منافق سے ہو گئی۔

مومنہ کی عادت تھی کہ وہ ہر کام کرتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتی تھی اور

منافق کو اس کی عادت پر غصہ آتا تھا۔ دن گزرتے رہے۔ آخر کار منافق نے سوچا کہ کسی طرح سے بیوی کو تنگ کرے۔

اس نے ایک قیمتی انگوٹھی خریدی اور گھر پہنچ کر وہ انگوٹھی بیوی کے حوالے کی اور کہا کہ اس کی حفاظت کرنا۔

بیوی نے بسم اللہ پڑھ کر وہ انگوٹھی لی اور گھر میں موجود ایک صندوق میں رکھ دی۔

شوہر نے دیکھ لیا کہ اس کی بیوی نے انگوٹھی کہاں رکھی ہے پھر موقع ملتے ہی اس نے وہ انگوٹھی صندوق سے نکالی اور جا کر دریا میں ڈال دی۔

چند دن گزرنے کے بعد اس نے چاہا کہ آج بیوی سے انگوٹھی طلب کرے۔

ابھی وہ بازار میں ہی پھر رہا تھا کہ ایک شخص ٹوکرے میں مچھلیاں لیئے اپنی زرفت کر رہا تھا۔

اس شخص نے اس سے ایک مچھلی خریدی اور مچھلی اٹھائے ہوئے گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ تم مچھلی کا پیٹ چاک کر کے اسے صاف کرو اور میری انگوٹھی بھی مجھے واپس کرو۔

بیوی نے بسم اللہ پڑھ کر مچھلی لی اور شوہر سے کہا کہ آپ دو منٹ انتظار کریں میں مچھلی صاف کرلوں اس کے بعد آپ کی انگوٹھی نکال کر آپ کو دوں گی۔

عوت نے بسم اللہ پڑھ کر مچھلی کا پیٹ چاک کیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ

اس کے شوہر کی انگوٹھی اس کے پیٹ سے برآمد ہوئی عورت نے وہ انگوٹھی لی اور دھوکر شوہر کے حوالے کی شوہر یہ منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا اور اس نے بیوی کو سب واقعہ سنایا اور پھر اس نے اپنی منافقت سے توبہ کی اور سچا مسلمان ہو گیا۔

ب: ثقہ افراد سے منقول ہے مکہ میں ایک عابد وزاہد شخص رہتا تھا اور وہ ہمیشہ روزہ سے ہوتا تھا اسے کسی نے افطار و سحر کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لوگ اس کی اس عادت سے تعجب کرتے تھے۔

جب اس کی وفات ہوئی اور غسل کے لیئے اس کی قمیض اُتاری گئی تو قمیض کی جیب سے ایک رقعہ برآمد ہوا۔ جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔

وہاں پر موجود افراد کو تعجب ہوا کہ بسم اللہ شریف سے وہ سیر و سیراب کیسے ہوتا تھا۔

اتنے میں ایک غیبی آواز بلند ہوئی کہ تم لوگ اس امر سے تعجب نہ کرو۔ ہم نے بسم اللہ کی برکت سے اس پر اپنی عطا کی تھی اور اپنی رحمانیت کی وجہ سے اسے توفیق دی تھی اور اپنی رحیمیت کی وجہ سے ہم نے اس کی مغفرت کی ہے۔

ج: ابو مسلم خولانی اپنے دور کا مشہور شخص تھا اس نے بڑھاپے میں نوجوان کنیز سے شادی کی تھی۔

کنیز اسے سخت ناپسند کرتی تھی اور تنگ آکر کنیز نے اسے کئی بار زہر دے کر مارنے کی کوشش بھی کی تھی۔ لیکن اس پر زہر اثر نہیں کرتا تھا۔

ایک بار ابو مسلم نے اس کنیز سے کہا کہ تو نے مجھے زہر کیوں کھلایا ہے؟

کنیز نے کہا کہ آپ بوڑھے ہیں اور میں نوجوان ہوں اسی لیئے میں آپ سے جان چھڑانا چاہتی ہوں۔

ابو مسلم نے اسے راہِ خدا آزاد کر دیا کنیز نے پوچھا کہ میں نے کئی بار آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ پر زہر نے اثر نہیں کیا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ ابو مسلم نے کہا کہ میں جب بھی کچھ کھاتا یا پیتا ہوں تو میں بسم اللہ ضرور پڑھتا ہوں۔ یہ اسی بسم اللہ کی برکت ہے کہ مجھ پر زہر نے اثر نہیں کیا۔

د: بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن لُقمان کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں انھیں ایک چمڑے کی جھلی دکھائی دی انھوں نے اسے اٹھایا تو اس پر بسم اللہ شریف لکھی ہوئی تھی انھوں نے اسے دھویا اور اس پانی کو عقیدت و محبت سے متبرک سمجھ کر پی لیا۔

جب انھوں نے نام خدا کی عزت کی تو اللہ نے انھیں حکمت و دانائی سے نوازا اور دنیا انھیں قیامت تک حکیم کے لقب سے یاد کرتی رہے گی۔

اسی طرح کا واقعہ بشر حانی کے ساتھ بھی پیش آیا تھا خدا نے بسم اللہ کے احترام کی وجہ سے انھیں توبہ کی توفیق عنایت فرمائی اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ذریعہ سے انھیں رہنمائی فرمائی۔

۵۸۔ زائرین پر زیادتی کرنے والے کا انجام

فاضل نراقی ''خزائن'' میں لکھتے ہیں کہ حاجی جواد صبائے جو کہ ایک دیانت دار تاجر تھے اور وہ سامراء میں رہائش پذیر تھے جعفر قلی خان خوئی نے ائمہ سامرہ

کے روضہ مطہر اور سرداب کی تعمیر نو کے لیئے ان کی خدمات حاصل کی تھیں۔

اور میں خود ۱۲۱۰ھ میں سامرہ کی زیارت کے لیئے گیا تو ان کے ہاں مہمان ٹھہرا تھا۔ انھوں نے مجھے ایک عجیب واقعہ سنایا جس کے بعد میں نے اہلِ سامرہ سے بھی تصدیق کی انھوں نے کہا کہ اس وقت کا بغدادی وزیر سامرہ کا حاکم تھا۔ اور اس نے زائرین پر زیارت کا ٹیکس لگایا ہوا تھا اور باہر سے آنے والے ہر زائر کو ایک ریال دینا پڑتا تھا پھر اسے روضہ میں جانے کی اجازت دی جاتی تھی۔

روضہ مبارک کے بالکل قریب ایک سید کا گھر تھا جو کہ شومئ قسمت سے ناصبی ذہنیت رکھتا تھا۔ وزیر نے اسے ٹیکس وصول پر مامور کیا تھا۔ اس ناصبی کا نام سید علی تھا۔ ایک دن کچھ ایرانی زائر سامرہ آئے۔ ٹیکس پر مامور سید علی روزے کے باہر تین محافظوں کے ہمراہ بیٹھا تھا اور ہر زائر سے ایک ریال زیارت ٹیکس وصول کر کے اس کی پنڈلی پر مہر لگا دیتا تھا۔ جو اس بات کا ثبوت ہوتی تھی کہ یہ زائر ٹیکس ادا کر چکا ہے ایرانی قافلہ میں ایک صالح ایرانی بھی تھا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔

زائرین نے دو ریال دیئے اس نے زائر کی پنڈلی پر مہر لگائی پھر کہا کہ اپنی بیوی سے کہو کہ وہ بھی پنڈلی پر مہر لگوائے۔ ایرانی نے کہا کہ خدا کا خوف کرو تمھیں ٹیکس مل چکا ہے تم میری بیوی کی پنڈلی پر مہر مت لگاؤ۔ ٹیکس وصول کرنے والا ناصبی تھا اس نے کہا کہ رافضی! کچھ بھی ہو جائے میں مہر ضرور لگاؤں گا۔ زائر

نے روضہ کی طرف منہ کر کے کہا۔

اے ائمہ ہدیٰ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ شخص ہماری تذلیل کرنا چاہتا ہے۔ میں مجبور ہو کہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر اپنے سرائے میں جا رہا ہوں۔

زائر نے بیوی کو لے کر واپس جانے لگا تو ناصبی سیّد نے انھیں گالیاں دیں اور لاٹھی اٹھا کر اس کی بیوی کے پیٹ پر ماری وہ بے چاری گر پڑی اور اس کے پیٹ سے کپڑا اتر گیا اس کے شوہر نے رو رو کر ائمہ سے کہا۔

اے میرے معصوم ائمہ! اگر آپ کی اسی میں رضا مندی ہے تو میں بھی اس ذلت آمیز سلوک پر راضی ہوں۔

حاجی جواد کا بیان ہے کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ سیّد علی ناصبی کے گھر سے ایک لڑکا آیا اور مجھے کہا کہ حاجی صاحب! آپ جلد سیّد علی کے گھر چلیں اسے کچھ ہو گیا ہے۔ میں گھر سے نکلا اس اثنا میں تین قاصد آ گئے کہ خدارا آپ سیّد علی کے گھر چلیں اور اس کی حالت کو دیکھیں۔

الغرض میں سید علی کے گھر پہنچا تو سارا ماحول ہی سوگوار تھا سیّد علی درد کی شدت سے کراہ رہا تھا اور بار بار کہہ رہا تھا خدایا! مجھ سے غلطی ہو گئی ہے مجھے معاف کر دے میں آئندہ ایسی بدتمیزی نہیں کروں گا۔

سید علی کی بیوی، بیٹیاں بال کھولے رو رہی تھیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ خدارا! آپ ایرانی زائر سے ملیں اور اس سے سید علی کی گستاخی کی معافی مانگیں۔

میں ایرانی زائر کے پاس گیا لیکن اس نے معافی دینے سے انکار کر دیا۔

بعد ازاں میں نے دیکھا کہ سید علی کے گھر کی تمام عورتیں بال کھولے حرم ائمہ میں فریاد کر رہی ہیں اور معافی مانگ رہی تھیں اتنے میں کسی نے پکار کر کہا کہ بیبیو! واپس آجاؤ۔ سیّد علی مر چکا ہے۔

الغرض اسے غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا پھر اس کی لاش کو اٹھا کر اس کے وراث آئے اور اس کی لاش کے تابوت کو برآمدے میں رکھ دیا گیا اور کہا کہ کل دن چڑھے اس کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی۔

حرم کی چابیاں میرے پاس ہوتی تھیں۔ میں نے خدام سے کہا کہ حرم کو اچھی طرح سے دیکھ لو۔ اگر کوئی نہیں ہے تو پھر تالے لگا دو۔

خدام نے روضہ کو اچھی طرح سے دیکھا اور مطمئن ہونے کے بعد حرم کو تالے لگا دیئے گئے اور چابیاں میرے حوالے کی گئیں میں نماز فجر کے وقت حرم کے دروازے پر آیا اور دروازے کھولے خدام نے شمعیں روشن کیں۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا کتا دوڑ کے حرم سے باہر نکلا۔ میں نے خدام سے کہا کہ تم نے رات اچھی طرح سے روضہ کو نہیں دیکھا تھا اور تم نے اچھی طرح سے دیکھا ہوتا تو یہ کالا کتا یہاں نہ ہوتا۔

خدام نے یقین دلایا کہ ہم نے رات کو حرم کا چپہ چپہ چھانا تھا حرم میں کچھ بھی نہ تھا۔ خدا جانے صبح سویرے یہ کتا کہاں سے آگیا۔

سیّدعلی کے وارث جمع ہوئے اور چاہا کہ اس کی تدفین کریں لیکن جب انھوں نے تابوت کا ڈھکن کھولا تو اس میں سے مردہ غائب تھا۔

ہمیں یقین ہو گیا کہ جو سیاہ کتا ہم نے دیکھا تھا وہ سید علی ناصبی ہی تھا۔ خدا نے اسے کتے کے روپ میں مسخ کر دیا تھا۔

۵۹۔ زائرین کو تنگ کرنے کا انجام

فاضل مذکور نے کتابِ ''خزائن'' میں لکھا ہے کہ شیخ جلیل محمد جعفر نجفی اس حقیر کے مشائخ جازہ میں سے ہیں اور مجھے کئی باران کی معیت میں زیارات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ سامرہ میں ایک خادم ان کا واقف کار تھا۔ وہ ہمیشہ اس کے ہاں قیام کرتے تھے۔

جب میں استاد محترم کی معیّت میں وہاں گیا اور مذکورہ خادم کے پاس گئے تو وہ انتہائی لاغر اور بیمار دکھائی دے رہا تھا استاد محترم نے اس سے کہا کہ آپ تو پہلے انتہائی صحت مند ہوتے تھے آخر آپ کو یہ کیا ہو گیا کہ آپ اتنے کمزور ہو گئے ہیں۔

خادم نے جواب میں یہ بیان کیا کہ میں زائرین سامرہ کو زیارت پڑھاتا ہوں اور وہ میری مالی اعانت کرتے ہیں۔ چند ماہ پہلے کی بات ہے کہ زائرین کا ایک قافلہ آیا اس میں ایک خوبصورت جوان بھی تھا جو کہ شکل وصورت سے عابد و زاہد دکھائی دیتا تھا اور جب وہ ائمہ کے روضہ میں داخل ہوا تو فرط عقیدت سے اس کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب بہہ رہا تھا۔

اس نے زیارت نامہ کی کتاب نکالی اور زیارت پڑھنے لگ گیا میں اس کے پاس گیا اور اس کے دامنِ عبا کو کھینچا۔ جوان میری طرف متوجہ ہوا اور میں نے اس سے کہا کہ میں آپ کو زیارت پڑھا دیتا ہوں۔

جوان نے جیب سے ایک اشرفی نکال کر میرے ہاتھ پر رکھی اور اشارے سے کہا کہ تم چلے جاؤ میں خود ہی زیارت پڑھوں گا میں اس کے پاس سے ہٹ گیا اور جوان زیارت پڑھنے میں مصروف رہا۔

مجھے لالچ نے مجبور کیا میں دوبارہ اس کے پاس گیا اور اس کی عبا کے دامن کو کھینچا وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو زیارت پڑھاتا ہوں۔

اس بار میں جوان نے کچھ رقم میرے ہاتھوں پر رکھی اور اشارے سے کہا کہ آپ چلے جائیں۔ میں کچھ دیر کے لیئے علیحدہ ہوا لیکن میں نے دل میں سوچا کہ آج اچھا مرغا پھنسا ہے اس سے مزید رقم حاصل کریں میں پھر آگے گیا اور اس کی عبا کے دامن کو کھینچا اور کہا کہ میں آپ کو زیارت پڑھاتا ہوں۔

جوان نے غصہ سے میری طرف دیکھا اور زیارت نامہ بند کیا اور حرم ائمہ سے باہر آ گیا۔ اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں کسی اور وقت آ کر زیارت کروں گا۔ تم نے میرے خلوص کے سمندر میں کنکر پھینک کر اچھا نہیں کیا۔

مجھے اپنے اس عمل پر شرمندگی ہوئی اور میں نے جوان سے کہا کہ اب آپ زیارت کریں میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔ جوان نے کہا کہ اب اس بات کا

کوئی فائدہ نہیں ہے تم نے میرے اخلاص کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ میں وہاں سے چلا اور اپنے گھر آ گیا اور اپنے مکان کی چھت پر آ کر بیٹھ گیا۔

میں نے سامنے والے مکان کی چھت پر دیکھا تو وہاں مجھے تین افراد بیٹھے دکھائی دیئے۔ ان کے درمیان میں ایک جوان شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے تیر کمان اٹھایا ہوا تھا۔ اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ تو نے ہمارے زائرین کو پریشان کیا ہے ہم تجھے سزا دیں گے۔ یہ کہہ کر اس جوان نے میرے سینہ کا نشانہ لیا اور تیر پھینکا بظاہر تو مجھے کوئی تیر نہیں لگا لیکن میرے سینہ میں ایک آگ سی لگ گئی اور دو دنوں بعد میرے سینہ پر زخم ہو گیا۔

اب وہ زخم پھل چکا ہے اور میرا پورا سینہ زخمی ہے پھر اس نے قمیض ہٹا کر دکھائی تو اس کا پورا سینہ زخمی تھا اور بوسیدہ دکھائی دیتا تھا۔

ہم نے اس کا حال سُنا تو اس کا مکان چھوڑ دیا اور تین دن کے بعد وہ شخص مر گیا۔

۶۰۔ شبِ نور باراں (نور کی برسات کی شب)

نراقی مرحوم نے کتاب ''خزائن'' میں یہ داستان نقل کی ہے کہ کاظمین کے روضہ مقدسہ کے کلید بردار شیخ محمد نے یہ روایت کی ہے۔

نادر شاہ افشار کی وفات کے بعد حسن پاشا عراق کا حکم بنا ماہ جمادی الثانی کے آخری ایام تھے کے اس کے دربار میں علماء و فضلاء جمع تھے۔

اس نے کہا کہ دوستو! ماہِ رجب کی چاند رات کوشب نور باراں کہا جاتا ہے تو کیا اس رات کسی نے نور برستے ہوئے دیکھا ہے۔

تمام مصاحبین نے لاعلمی میں جواب دیا اور کہا کہ ممکن ہے کہ اس رات اولیاء اللہ کے مزارات پر آسمان سے نور برستا ہو۔ لہٰذا آپ عبدالقادر جیلانی اور امام اعظم کے مزارات کے کلید برداروں کو بلائیں وہ شاید اس بات کو جانتے ہوں۔

چنانچہ شاہِ عراق نے دونوں مزارات کے کلید برداروں کو اپنے ہاں طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ رجب کی چاند رات کوشب نور باراں کہا جاتا ہے۔ کہا آپ لوگوں نے اس رات بزرگوں کے مزارات پر نور برستا ہوا دیکھا ہے۔؟

مزارات کے دونوں کلید برداروں نے کہا کہ ہم نے آج تک ایسا منظر نہیں دیکھا۔

پھر بادشاہ نے کہا کہ کاظمین کے روضے کے کلید بردار کو بلایا جائے اور اس سے یہ سوال کرنا چاہیئے۔

اس وقت شیخ محمد کلید بردار تھے۔ ان کے فرزند کا بیان ہے کہ اس وقت میری عمر بیس برس کی تھی جب شاہی پیادہ میرے والد کو بلانے کے لیئے آیا۔

میرے والد دربار شاہی کی طرف روانہ ہوئے میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ دربان نے مجھے دروازہ پر روک دیا اور کہا کہ بادشاہ نے آپ کے والد کو بلایا ہے۔ لہٰذا وہی اکیلے اندر جائیں گے۔ دربان کی وجہ سے مجبوراً مجھے باہر رکنا پڑا۔

میرے والوا ندر گئے اور کچھ دیر کے بعد وہ باہر آئے اس وقت ان کا چہرہ اُترا ہوا تھا میں نے والد سے پوچھا کہ خیریت تو ہے آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ میرے والد نے کہا کہ بادشاہ نے مجھ سے کہا کہ ماہِ رجب کی چاند رات کو شب نور باراں کہا جاتا ہے۔کیا تم نے کبھی امام موسیٰ کاظم وامام جواد کی قبر پر اس رات نور برستے ہوئے دیکھا ہے؟

بے خیالی میں میرے منہ سے نکلا کہ جی ہاں ہر سال اس رات میں نور برستا ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے چند دنوں بعد ماہ رجب شروع ہونے والا ہے رجب کی چاند رات میں خود آؤں گا اور پوری رات آپ کے ائمہ کے مزار پر بسر کروں گا اور میں یہ منظر دیکھوں گا۔

اس کے بعد میرے والد نے کہا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ بات بے خیالی میں میرے منہ سے نکل گئی تھی ورنہ میں نے آج تک اس رات نور برستے کبھی نہیں دیکھا۔اب چند دنوں بعد بادشاہ روضہ میں آئے گا اور جب اسے نور برستا ہوا دکھائی نہ دیا تو وہ مجھے جھوٹا قرار دے کر قتل کرا دے گا۔

اس کے بعد میرے والد مسلسل پریشان رہنے لگے اور انھوں نے اپنے ضروری کام نمٹائے ضروری وصیتیں کیں اپنے لیئے کفن وکافور کا اہتمام کیا۔

پھر میرے والد سارا دن ائمہ ہدیٰ کے مزار پر رہتے تھے اور گڑ گڑا کر خدا کو ائمہ کے واسطے دیتے تھے کے خدایا! جو کچھ میں کہہ چکا ہوں اسے سچا ثابت کر

دے الغرض جوں جوں ماہِ رجب قریب آرہا تھا میرے والد کی پریشانی میں اضافہ ہورہا تھا۔آخرکار وعدہ کی شب آگئی۔بادشاہ عراق اپنے کچھ مقربین کو ساتھ لےکر کاظمین آیا اور اہلِ سنت کی طرح سے ائمہ کے مزارات پر فاتحہ پڑھی۔

میرے والد بھی روضہ میں ٹھہر گئے باقی تمام زائرین کو روضہ سے نکال دیا گیا۔بادشاہ نے امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر کے پہلو میں نوافل شروع کیئے جیسے ہی رات کا پہلا پہر تمام ہوا تو اچانک بادشاہ اور اس کے ساتھیوں نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ آسمان سے روضہ مبارک میں اتنی روشنی ہوئی کہ ایسی روشنی دن کے وقت بھی نہیں ہوتی تھی۔

بادشاہ اور اس کے مقربین سبحان اللہ والحمد للہ وصلی اللہ علی النبی محمد والہ کا درد کرنے لگے۔

یہ منظر تقریباً دس منٹ تک قائم رہا۔جیسے ہی روشنی ختم ہوئی تو بادشاہ نے سجدہ شکر ادا کیا اور میرے والد کو گلے لگا کر ان کا منہ چوما اور کہا کہ واقعی ایسے ہی ہستیوں کا خادم بن کر رہنا چاہیے۔

اس کے بعد اس نے میرے والد کو کافی انعام و اکرام سے نوازا اور کچھ دیر بعد اپنے محل کی طرف چلا گیا۔

۶۱۔نہی عن المنکر کرنے والے کی عزت افزائی

محقق سبزواری نے روضۃ الانوار میں یہ داستان تحریر فرمائی ہے۔شیخ ابوالحسن

نوری کے متعلق مشہور ہے کہ وہ خلق خدا سے دور رہتے تھے اور وہ جب بھی کہیں کسی کو خلاف شریعت کام کرتے ہوئے دیکھتے تو پوری قوت سے اسے روکتے تھے اور وہ اپنی جان کی پرواہ تک بھی نہیں کیا کرتے تھے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ شیخ تجدیدِ وضو کے لیئے دریائے دجلہ پر گئے وہاں انھوں نے ایک کشتی دیکھی جس میں بہت سے مٹکے رکھے ہوئے تھے انھوں نے ملاح سے کہا کہ بھائی ان مٹکوں میں کیا ہے؟

ملاح نے بڑی شوخی سے جواب دیا کہ میاں تم اپنے کام سے کام رکھو تمہارا ان مٹکوں سے کیا تعلق ہے؟

شیخ نے پھر اصرار کر کے ملاح سے پوچھا کہ آخر تمہیں قبا میں سے کیا عجیب دکھائی دیتا ہے؟

ملاح نے کہا کہ اگر آپ خواہ مخواہ پوچھنا ہی چاہتے ہیں تو پھر سنیں ان مٹکوں میں اعلیٰ قسم کی شراب ہے۔ یہ شراب خلیفہ وقت کے لیئے ہے وہ اسے نوش کرے گا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس سے نوازے گا۔

شیخ نے یہ سُنا تو ان کے غصہ کی حد نہ رہی انھوں نے ڈنڈا اٹھایا اور تمام مٹکے توڑ دیئے۔

ملاح انھیں حاکم کے غضب سے ڈراتا رہا لیکن انھوں نے کوئی پرواہ تک نہ کی۔

ملاح نے شیخ کا خلیفہ کے معتمد افسر سے شکوہ کیا۔ اس نے چند سپاہی بھیج کر شیخ

کو گرفتار کر لیا۔

پھر شیخ کو خلیفہ کے دربار میں لایا گیا اور کہا گیا کہ اس شیخ نے آپ کے شراب کے مٹکے توڑے ہیں۔

خلیفہ معتمد کو شیخ پر سخت غصہ آیا اور اس نے ہاتھ میں تلوار لے کر شیخ سے کہا کہ تو کون ہے اور تو نے یہ گستاخی کیوں کی ہے؟

شیخ نے کہا کہ میں محتسب ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ تجھے کس نے محتسب بنایا ہے؟

شیخ نے کہا کہ جس خدا نے تجھے حکومت دی ہے اسی خدا نے مجھے محتسب بنایا ہے۔

شیخ کے جواب سے معتمد نے کچھ دیر کے لیئے اپنا سر جھکایا پھر اس نے سر اٹھا کر کہا کہ تو نے آخر یہ حرکت کیوں کی؟

شیخ نے کہا کہ اس کی دو وجوہات تھیں میں نے شراب کے مٹکے توڑ کر آپ پر احسان کیا ہے اور اس کے ساتھ رعیت پر بھی احسان کیا ہے۔ جب آپ شراب پیتے تو بدمست ہو جاتے اور رعیت کے حقوق کو پامال کرتے میں نے مٹکے توڑ کر تمہاری رعیت کو تمہارے شر سے بچایا ہے اور تمہیں دوزخ کے عذاب سے بچایا ہے۔ اور یاد رکھ کہ تیرا گناہ انفرادی نہیں ہے رعیت ہمیشہ اپنے حکمرانوں کی تقلید کرتی ہے۔ تمہاری شراب نوشی کا اثر رعیت کے اخلاق پر پڑتا اور لوگ بے دھڑک ہو کر شراب پینا شروع کر دیتے۔ میں نے یہ عمل کر کے آپ پر اور رعیت دونوں پر احسان کیا ہے۔ میں نے یہ عمل خالصتاً خدا کی رضا کے لیئے سر

انجام دیا ہے۔

اب آپ مجھے جو سزا دینا چاہیں میں ہر سزا کے لیئے تیار ہوں۔شیخ کی حق گوئی سے خلیفہ اتنا متاثر ہوا کہ وہ بے ساختہ رونے لگ گیا اور شیخ سے کہا کہ آپ نے واقعی اچھا کام کیا ہے۔آج کے بعد آپ ہماری طرف سے بھی محتسب ہیں۔آپ جسے برائی میں مبتلا دیکھیں اس کی اصلاح کریں۔

۶۲۔قبولیتِ دُعا

دمیری نے حیات الحیوان میں ابن ظفر کی کتاب نصائح سے یہ واقعہ نقل ہے کہ ابن ظفر کا بیان ہے میں اندلس کے ایک سرحدی علاقہ میں گیا۔ وہاں ایک فاضل انسان سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے کچھ عرصہ تک علم حاصل کیا۔

ایک دن میں نے ان کی موجودگی میں اپنے خدا کو مخاطب کر کے کہا اے وہ ذات! جس نے فرمایا ہے۔

والسئلو اللہ من فضلہ،، اللہ سے اس کے فضل کو طلب کرو۔

جب میرے استاد نے مجھ سے آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا سُنا تو کہنے لگے کہ میں تمہیں اس آیت سے تعلق رکھنے والا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ہمارے یہاں کے مقامی بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ایک عرصہ قبل ہمارے اس شہر میں دو راہب آئے تھے اور ان کے بقول وہ ملک روم کے شہر طلیلطہ کے رہنے والے ہیں۔

انھوں نے بتایا کہ وہ نو مسلم ہیں اور وہ قرآن و فقہ دین حاصل کرنے آئے

ہیں۔ چنانچہ انھوں نے مقامی مکتب سے علم دین حاصل کرنا شروع کیا ہمارے اس شہر کے کچھ لوگ ان کے متعلق بدگمانی بھی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہو نہ ہو یہ دونوں جاسوس ہیں۔ لیکن ان کا کردار اتنا بلند تھا کہ لوگ بدگمانی کرنے والوں کی بات نہیں سنتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد ان میں سے ایک کی وفات ہوگئی اور دوسرا بدستور تحصیل علم اور عبادت خداوندی میں مصروف رہا۔

ہمارے شہر کا ایک بزرگ اس کی خدمت کے لیئے اس کے پاس رہتا تھا ایک مرتبہ وہ نومسلم سخت بیمار ہوا اور اس کے بچنے کی اُمیدیں دم توڑنے لگیں تو ہمارے شہر کے بزرگ تھے اس سے پوچھا کہ آپ مرنے سے پہلے ہمیں اپنی سوانح حیات سے آگاہ کریں۔

اس کے جواب میں اس شخص نے بتایا کہ ہم دونوں راہب تھے بادشاہ کے پاس کسی نے ہمارے خلاف ناحق الزام تراشی کی بادشاہ نے غصہ میں آکر ہمیں ایک گرجا گھر میں قید کر دیا ہم وہاں رہتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک عرب مسلمان بھی قید ہوکر آیا اور اسے ہمارے ساتھ قید کر دیا گیا۔

ہم اس سے عربی زبان سیکھتے تھے آخر کار اس قابل ہو گئے کہ عربی کو سمجھ سکیں۔

ایک دن وہ قرآن کریم پڑھ رہا تھا۔ اس نے قرآن کی یہ آیت پڑھی۔

"**واسئلوا اللہ من فضلہ**" اللہ سے اس کا فضل طلب کرو میں نے اپنے ساتھی

راہب سے کہا کہ لوسنو! مسلمانوں کی کتاب نے یہ کتنا بڑا دعویٰ کیا ہے!

میرے ساتھی نے کہا کہ ناحق اعتراض نہ کیا کرو۔ میں چپ ہو گیا۔ دوسرے دن عرب قیدی نے قرآن پڑھا تو اس میں سے یہ آیت پڑھی۔

"ادعونی استجب لکم" تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا لو یہ بھی سنو! آج کی آیت کل کی آیت سے بھی زیادہ امید افزا ہے۔

میرے ساتھی نے کہا کہ اعتراض مت کرو۔ حضرت مسیح نے جس رسول کی بشارت دی تھی وہ مسلمانوں کا رسول ہے۔

الغرض ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ زندان میں ہمارے لیئے پانی نہ بھیجا گیا اور پیاس کی شدت سے میں مرنے ہی والا تھا اس وقت میں نے دل ہی دل میں کہا۔

خدایا! اگر محمد تیرا سچا رسول ہے تو اس نے یہ پیغام دیا تھا کہ خدا فرماتا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ خدایا! اگر یہ بات سچ ہے تو ہمارے لیئے پانی کا انتظام فرما یہ کہنے کی دیر تھی کہ اس زندان کی دیوار میں اچانک ایک پتھر نمودار ہوا اور اس سے صاف شفاف پانی برآمد ہوا ہم نے جی بھر کر پیا۔

اس واقعہ کے بعد مجھے اسلام اور قرآن کی صداقت کا یقین ہو گیا۔ اور میرے ساتھی نے بھی میری طرح سے دل ہی دل میں اسلام قبول کر لیا۔

یہ منظر عرب قیدی نے بھی دیکھا تو اس نے اسے عیسائیت کی صداقت پر

محمول کیا۔

دوسرے دن اس نے یہی کہا کہ میں نے تمہاری کرامت دیکھ لی ہے۔لہٰذا میں عیسائی بننا چاہتا ہوں تم مجھے عیسائی بناؤ۔

ہم نے اسے دھتکار دیا لیکن وہ پھر بھی باز نہ آیا اور اس نے عیسائیت اختیار کرلی۔

اس واقعہ کے دو دن بعد ہم نے خدا سے درخواست کی کہ خدایا! ہمیں اس زندان سے رہائی عطا فرما اور ہمیں مسلمانوں کے کسی شہر میں بھیج دے تاکہ ہم وہاں کھل کر دینِ اسلام کے احکام پر عمل کریں اور دینِ اسلام کی تعلیم حاصل کریں۔

رات کو جب میں سویا ہوا تھا تو خواب میں دیکھا کہ چند افراد اس زندان میں آئے اور ان کے آنے کا یہ اثر ہوا کہ گرجا میں حضرت مسیح اور ان کی والدہ کی جو مورتیاں اور تصویریں بنی ہوئی تھیں وہ سب تصویریں گم ہوگئیں اور مورتیاں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئیں پھر ایک کرسی لائی گئی اس پر ایک عظیم الشان انسان آکر بیٹھے میں نے پوچھا کہ کیا آپ مسیح ہیں۔

فرمایا نہیں۔میں مسیح کا بھائی احمد ہوں۔میں وہی ہوں جس کی مسیح نے بشارت دی تھی۔

پھر انھوں نے فرمایا کہ تم کلمہ اسلام پڑھو۔میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم دونوں ساتھیوں نے کلمہ اسلام پڑھا۔

پھر ہم نے عرض کیا کہ آپ ہمیں اس زندان سے رہائی دلوائیں اور مسلمانوں کے شہر میں پہنچائیں۔

رسولِ خداؐ کے سامنے ایک باعظمت جوان کھڑا تھا۔ رسولِ اکرمؐ نے اسے حکم دیا کہ جا کر بادشاہ سے کہو کہ ان دونوں کو رہا کرے اور مسلمانوں کے علاقہ میں انھیں پہنچانے کا اہتمام کریں۔ اور بادشاہ سے کہو کہ جس عرب قیدی نے عیسائیت اختیار کی ہے وہ اس سے کہے کہ وہ توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول کرے اور اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس کی گردن قلم کر دی جائے۔

الغرض میرا خواب تمام ہوا میں نے اپنے ساتھی کو خواب سنانا چاہا تو اس نے کہا کہ میں بھی یہ خواب دیکھ چکا ہوں۔

دن ہوا بادشاہ نے ہم تینوں قیدیوں کو اپنے پاس بلایا اور اس نے ہم دونوں سے کہا کہ رات تم نے جو خواب دیکھا تھا اس کے متعلق مجھے بھی ہدایات مل چکی ہیں۔ اب تم دونوں آزاد ہو۔ البتہ یہ کسی سے بیان نہ کرو کہ تم مسلمانوں کے ملک میں جا رہے ہو میں تمہیں زادِ راہ اور سواریاں دیتا ہوں اور لوگوں سے یہ کہو کہ تم بیت المقدس جا رہے ہو۔

پھر اس نے عرب قیدی سے کہا کہ تم مسلمان ہو یا عیسائی ہو؟ اس نے کہا کہ میں عیسائی ہوں۔

بادشاہ نے کہا کہ تم اسلام قبول کرو اس میں تمہاری نجات ہے مگر عرب قیدی

نے کہا کہ میں عیسائی رہنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے جلاّد سے کہا کہ اس کی گردن اڑا دو جلاّد آگے بڑھا اور اس کی گردن اڑا دی۔

پھر ہم ملکِ روم سے بیت المقدس آئے پھر ہم وہاں سے اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لیئے تمہارے شہر میں آئے ہیں۔

یہ ہماری سرگزشت ہے جو میں نے تمہارے سامنے بیان کی ہے۔

۶۳۔ والد کی خدمت کرنے والے کا انعام

حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور دمیری نے حیات الحیوان میں طاوٗس یمانی سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

پرانے زمانہ کی بات ہے کہ ایک شخص کے چار بیٹے تھے وہ شخص بیمار ہوا تو اس کے ایک بیٹے نے اپنے تینوں بھائیوں سے کہا کہ والد بیمار ہیں اور ان کے آخری ایام ہیں اور ان ایام میں ان کی خدمت بہت بڑی عبادت ہے اور اس عبادت پر والد سے ملنے والی میراث کو قربان کیا جا سکتا ہے۔ ہم میں سے جو بھی والد کی خدمت کرے تو وہ خالصتاً رضائے الٰہی کے لیئے کرے اور میراثِ پدر لینے سے انکار کر دے۔

بھائیوں نے اس سے کہا کہ اس شرط پر خدمت گزاری کرنی ہے تو تم میں والد کی خدمت کرو۔

اس جوان نے اپنے والد کی خدمت اپنے ذمہ لے لی اور تا دمِ مرگ والد کی

خدمت میں مصروف رہا الغرض کچھ دنوں کے بعد اس کے والد کی وفات ہو گئی۔
کچھ دنوں بعد باپ کی میراث تقسیم ہوئی تو تین بھائیوں نے شرط کے مطابق اس کی میراث آپس میں تقسیم کر لی اور چوتھے بھائی نے باپ کی میراث نہ لی۔

کچھ دن گزرے اس شخص نے خواب میں اپنے مرحوم والد کو دیکھا والد نے کہا بیٹا! تم نے میری خدمت کی ہے اور میری جائیداد میں سے حصہ بھی نہیں لیا۔ گھر کے فلاں حصہ کو کھودو۔ اس میں سے ایک تھیلی برآمد ہو گی اس میں ایک سو دینار ہیں۔ تم وہ لے لو اور اس سے اپنی ضروریات پوری کرو۔

اسی شخص نے خواب میں اپنے والد سے پوچھا! ابا جان! یہ بتائیں کہ ان دیناروں میں برکت بھی ہے یا نہیں؟

والد نے کہا کہ اس میں برکت نہیں ہے۔ صبح ہوئی تو اس شخص نے اپنی بیوی کو اپنا خواب سنایا بیوی نے کہا کہ اچھی بات ہے تم وہ دینار نکال لو۔ لیکن اس شخص نے کہا کہ میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ پھر چند دن گزرے اس شخص نے دوبارہ باپ کو خواب میں دیکھا باپ نے بتایا کہ گھر کے فلاں کونے کو کھود اور اس میں سے تمہیں دس دینار ملیں گے۔ وہ اٹھا لو اور اس سے اپنی ضروریات پوری کرو۔ جوان نے پوچھا کہ ابا جان! یہ بتائیں کہ کیا ان دس دیناروں میں برکت ہو گی یا نہیں؟

باپ نے جواب دیا کہ ان میں کوئی برکت نہ ہو گی۔

صبح ہوئی تو اس نے اپنی بیوی سے اپنا خواب بیان کیا۔ بیوی نے کہا کہ تم ان

دیناروں کو تلاش کرو لیکن وہ شخص اس پر تیار نہ ہوا۔ چند دن گزرے کہ اسے خواب میں اس کا والد دکھائی دیا اور اس نے کہا کہ بیٹا! گھر کے فلاں کونے میں ایک دینار رکھا ہے تم وہ اٹھالو اور اس سے اپنی ضرورت پوری کرو۔

جوان نے خواب میں پوچھا۔ ابا جان! کیا اس میں برکت ہوگی یا نہیں؟ باپ نے جواب دیا، جی ہاں اس میں برکت ہوگی۔

صبح ہوئی بیٹے نے اس جگہ کو تلاش کیا اور وہاں پر موجود دینار اٹھایا۔ اور اسے لے کر بازار کی طرف چلا گیا وہاں اسے ایک شخص ملا جو دو مچھلیاں اٹھائے ہوئے بیچ رہا تھا۔ اس شخص نے مچھلی فروش سے کہا کہ یہ مچھلیاں کتنے میں فروخت کرو گے؟

اس نے کہا کہ میں ایک دینار میں دونوں مچھلیاں بیچوں گا۔

اس نے وہ دینار اس کے حوالے کیا اور اس سے دونوں مچھلیاں لے لیں اور انھیں گھر لے آیا۔

گھر پہنچ کر اس نے مچھلیوں کے پیٹ چاک کیئے ہر مچھلی کے پیٹ سے ایک ایک قیمتی دُر برآمد ہوا۔ اس نے ایک دُر اٹھایا اور جوہر فروش کے پاس لے گیا جوہری نے دُر دیکھا تو کہا کہ میں اس کی قیمت ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ تم میرے ساتھ بادشاہ کے دربار میں چلو وہ تمہیں اس کی صحیح قیمت دے سکے گا۔

جب بادشاہ نے دُر دیکھا تو کہا کہ اس کی قیمت میں مَیں اشرفیوں سے لدا ہوا خچر پیش کرسکتا ہوں۔

الغرض اس نے دولت سے لدا ہوا خچر لیا اور ایک دُر بادشاہ کے پاس بیچ دیا۔

چند دنوں کے بعد بادشاہ نے کہا کہ یہ در اکیلا نہیں ہوسکتا اس جیسے میں دروں کی جوڑی ہوا کرتی ہے۔

پھر بدشاہ کے کارندے اس شخص کے پاس آئے اور کہا کہ اگر اس دُر کی جوڑی کا دوسرا دُر تمہارے پاس موجود ہو تو بادشاہ خریدنے پر آمادہ ہے۔

اس شخص نے کہا کہ پہلے بادشاہ سے پوچھو کہ وہ دوسرے دُر کی کیا قیمت دے گا۔

ملازمین نے جا کر بادشاہ سے یہی سوال کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ جو قیمت میں نے پہلے ادا کی تھی اب اس سے دُگنی قیمت ادا کروں گا الغرض اس شخص نے دوسرا دُر بھی دُگنی قیمت پر فروخت کر دیا خدا نے باپ کی خدمت کرنے والے کو یہ انعام دیا۔

۶۴۔ بدن کی ہر رگ کا صدقہ

راوندی نے اپنی کتاب ''دعوات'' اور معاصر نوری نے اس واقعہ کو دارالسلام میں نقل کیا ہے۔ کہ زید بن اسلم کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد رہتا تھا جو کہ اپنا زیادہ وقت عبادتِ خداوندی میں صرف کرتا تھا۔ طویل عرصہ کی عبادت کے بعد اس نے خداوند عالم سے عرض کیا۔ رب العالمین! مجھے یہ بتا کہ میری عبادات قبول ہوئی یا نہیں؟ اگر قبول ہوئی ہیں تو میں اپنے حیا میں اضافہ کروں اور اگر میری عبادات رَد ہوئی ہیں تو پھر میں توبہ و رنابت کے ساتھ ان کی تلافی کروں۔

رات کے وقت اسے ایک فرشتہ دکھائی دیا جس نے اسے کہا کہ خدا کے ہاں تمہاری عبادت کی کوئی اہمیت نہیں ہے عابد نے کہا کہ میری عبادات کیا ہوئیں؟

فرشتہ نے کہا کہ عبادت سے تو یہ چاہتا تھا کہ لوگ تمہاری تعریف و توصیف کریں اور یہ مقصد تمہیں مل چکا ہے۔

اس جواب سے عابد کو سخت دھچکا لگا۔ پھر چند راتوں کے بعد اسے فرشتہ کی زیارت نصیب ہوئی اور اس نے کہا کہ اگر تم نجات چاہتے ہو تو پھر تمہارے بدن کی جتنی بھی رگیں ہیں ہر رگ کا صدقہ دو۔ عابد نے کہا کہ یہ کام تو میری حیثیت سے زیادہ ہے۔ فرشتہ نے کہا کہ اللہ اس کام کی تکلیف ہی نہیں دیتا جس کو بندہ پورا نہ کر سکے۔ سنو! ہر شخص کے بدن میں تین سو ساٹھ رگیں ہیں اور ہر رگ کا صدقہ تسبیحات اربعہ ہیں۔ لہٰذا جو شخص روزانہ تین سو ساٹھ مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" پڑھے تو اس نے اپنی تمام رگوں کا صدقہ ادا کیا ہے اور یہی نجات کا راستا ہے۔

عابد نے کہا کہ اگر میں اس تعداد سے زیادہ پڑھوں تو پھر؟ فرشتے نے کہا کہ خدا کی طرف سے تمہیں اس کا اجر ملے گا۔

۶۵۔ ایک غیر مسلم بادشاہ کا انصاف

کتاب روضۃ الانوار میں محقق سبزواری لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے صوبہ

گجرات اور نہر والہ میں کنیا پت شہر واقع ہے۔[۱]

کچھ مسلمان بھی موجود تھے۔

اس شہر میں مسلمانوں کی ایک خوبصورت مسجد تھی اور اس پر بڑے مینار تھے اور وہ مینار پر اذان کہا کرتے تھے۔

غیر مسلم آبادی کو یہ بات ناگوار گزری اور انھوں نے مل کر مسجد پر دھاوا بول دیا اور مسجد کو شہید کر کے نذرِ آتش کر دیا اور اسی مسلمانوں کو ناحق شہید کر دیا۔

مسجد کے خطیب کا نام علی تھا۔ اس جنگ میں اس نے بصد مشکل اپنی جان بچائی۔ اور وہ اس واقعہ کی شکایت کے لیئے دارالحکومت نہر والہ گیا۔ وہاں اس کے بادشاہ سے مقربین سے ملاقاتیں کیں لیکن کسی نے بھی اس کی حامی نہ بھری اور ہر ایک نے اپنے دین دھرم کی حمایت کی اور کہا کہ سارا قصور مسلمانوں کا تھا۔

خطیب نے دیکھا کہ بادشاہ کے مصاحب کٹر اسلام دشمن ہیں تو وہ صحرا میں چلا گیا۔ اسے معلوم ہوا کہ فلاں دن اس ریاست کا بادشاہ شکار کی غرض سے جنگل کی طرف جائے گا اور وہ اسی صحرا سے گزرے گا۔

اس نے مسلمانوں کی مظلومیت پر پوری نظم لکھی۔ اور جب بادشاہ کا وہاں سے گزر ہوا تو وہ ایک درخت کی اوٹ سے بادشاہ کے سامنے آیا اور اس کی رکاب پکڑ کر کہا۔

---

[۱] نہر والہ اور کنیا پت نام کے شہروں کے عصر حاضر میں کیا نام ہیں بندہ اس سے نابلد ہے۔ فارسی کتاب میں یہی نام لکھے ہوئے ہیں۔ اسی لیئے میں نے بھی وہی نام نقل کیئے ہیں۔

مہاراجہ! بھگوان کے نام پر میری فریاد سنیں۔ بادشاہ رک گیا اور خطیب نے رو رو کر مسلمانوں کی مظلومیت کی نظم پڑھی۔ بادشاہ اس سے بہت متاثر ہوا اور اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ تم اس خطیب کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس کے خورد و نوش کا خیال رکھو اور جس دن میں اسے طلب کروں تو اسے میرے سامنے پیش کر دینا۔

پھر بادشاہ نے وزیر سے کہا۔

میں نے شکار کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے اور میں تین دن تک اپنے گھر میں خلوت میں رہنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا ان ایام میں نظامِ مملکت کا انتظام و انصرام تمہاری ذمہ داری ہے۔ الغرض وزیر خطیب اور دوسرے شکاریوں کو لے کر دارالحکومت آ گیا اور بادشاہ تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوا اور جس شہر مناد ہوئے تھے اس شہر کا رُخ کیا۔

وہ شہر اسّی میل کے فاصلے پر تھا بادشاہ نے وہ سفر گھوڑے کے ذریعہ سے طے کیا اور لباس شاہی تبدیل کیا اور تاجروں کا سا لباس پہن کر اس شہر میں داخل ہوا۔

اور پھر وہ شہر کے ہر چوک پر گیا اور لوگوں سے لڑائی کے متعلق دریافت کیا۔ ہر شخص نے اسے بتایا کہ مسلمانوں پر ظلم ہوا ہے اور ناحق ان کی عبادت گاہ کو جلایا گیا ہے اور اس مسلمانوں کو بھی ناجائز قتل کیا گیا ہے۔

کیناپت ساحلی شہر تھا۔ بادشاہ نے سمندر سے ایک لوٹا پانی کا بھرا اور پھر

واپس اپنے دارالحکومت میں آ گیا۔اس سفر میں اسے تین دن لگے۔

دارالحکومت پہنچ کر اسی نے کینیا پت کے تمام موثر غیر مسلموں کو اپنے دربار میں طلب کیا۔

جب فساد کے ذمہ دار افراد بادشاہ کے پاس آئے تو بادشاہ نے خطیب علی کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم اپنا مقدمہ پیش کرو۔

خطیب نے پوری تفصیل سے مظالم کو بیان کیا۔ جواب میں غیر مسلموں نے اسے جھٹلانے کی کوشش کی اور کہا کہ سارا قصور مسلمانوں کا تھا۔ بادشاہ نے ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ جھوٹے اور فسادی ہو سارا قصور تمہارا ہے اور میں چند دن قبل خود تحقیقات کے لیئے تمہارے شہر گیا تھا۔ ہر شخص نے گواہی دی کہ سارا قصور تمہارا ہے اور اگر تمہیں میرے جانے پر اعتماد نہ ہو تو پھر لوٹے کا پانی چکھ کر فیصلہ کرو کہ کیا یہ سمندر کا پانی نہیں ہے۔

جب لوگوں نے پانی کو چکھا تو یقین ہو گیا کہ بادشاہ بذات خود ان کے شہر گیا تھا۔

بادشاہ نے فسادی ٹولے سے کہا کہ مجھے کسی پر یقین نہیں تھا اسی لیئے میں خود بھیس بدل کر تمہارے شہر گیا تھا اور وہاں میں نے لوگوں سے ملاقات کر کے احوال دریافت کیئے تھے۔

آخر مسلمان تمہیں کیا اذیت دے رہے تھے تمیں میری حکومت میں فساد کرنے کی کس نے اجازت دی تھی؟

پھر بادشاہ نے فساد کے بانیوں کو قتل کرا دیا اور مسلمانوں کو تعمیرِ مسجد کے لیئے ایک لاکھ روپیہ دیا اور انھیں چار سائبان بھی دیئے جنھیں عید کے مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔

۶۶۔ توکل علی اللہ کا نتیجہ

کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ امیر عادل سبکتگین نے نیشا پور میں ایک عالم دین سے یہ حدیث سنی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

دنیا میں آرام کو تلاش نہ کرو کیونکہ میں نے تمہیں دنیا کے لیئے پیدا نہیں کیا اور نمازِ شب کی پابندی کرو یہ نماز اہلِ ایمان کے لیئے مدد کا ذریعہ ہے اور میری مخلوق سے کوئی طمع نہ رکھو کیونکہ مخلوق کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔ مجھ پر توکل کرو۔ تمہاری بازگشت میری طرف رہے۔

سلطان سبکتگین اس حدیث سے انتہائی متاثر ہوا اور اس کے بعد وہ نمازِ شب میں خدا سے حاجات طلب کرتا تھا۔ جب اس کا بیٹا محمود غزنوی جوان ہوا اور باپ نے بیٹے کی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا تو اس نے کہا کہ اگر کامیابی چاہتے ہو تو پھر نیشا پور جاؤ اور فلاں عالم دین سے حدیثِ قدسی سنو۔ محمود غزنوی اس عالمِ دین کے پاس گیا اور اس سے مذکورہ حدیث سنی تو وہ بھی اس حدیث سے متاثر ہوا اور جب خانِ ترکستان سے اس کی جنگ ہونی تھی اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے

سامنے صف آرا تھے تو سلطان نے نصفِ شب کے وقت ملازمین سے غسل کے لیئے گرم پانی طلب کیا۔لیکن گرم پانی میسر نہ ہوسکا۔

سلطان نے برفباری کے ماحول میں ٹھنڈے پانی سے غسل کیا اور مصلّیٰ پر آ گیا۔ساری رات اس نے نماز اور دعاؤں میں بسر کردی۔

اس کی فوج کے ایک افسر نے کہا۔

سلطان! دن چڑھے جنگ ہونی ہے لہٰذا آپ آرام کرلیں۔آپ نے جنگ میں بہت کچھ سرانجام دینا ہے۔

سلطان نے کہا نہیں۔ مجھے جو کچھ سرانجام دینا ہے اس کا وقت یہی ہے کل کی جنگ کا فیصلہ خدا نے کرنا ہے۔

پھر سلطان نے رُورُو کر خدا سے کہا کہ خدایا! ہم دونوں میں سے جو رعایا کے لیئے بہتر ہو اسے کل کی جنگ میں فتح عطا فرما۔

الغرض دن ہوا۔ فریقین میں شدید جنگ ہوئی اور اس جنگ میں خانِ ترکستان کو شکست ہوئی اور سلطان غزنوی کو فتح حاصل ہوئی۔

۶۷۔ایک ترک سردار کا انجام

بیان کیا جاتا ہے کہ بن عباس میں معتصم خلیفہ بڑی ہیبت اور رُعب کا مالک تھا۔ اس کی زندگی کے کچھ اچھے اصول بھی تھے۔ایک بار وہ کہیں جارہا تھا اور اس کا لاؤ لشکر اس سے کافی پیچھے تھا۔اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر سامان

لیئے جارہا تھا۔راستے میں کچھ کیچڑ تھا گدھے کا پاؤں پھسلا اور کیچڑ میں جا گرا۔

بوڑھا بیچارہ حیران و پریشان کھڑا تھا اور سوچ رہا تھا کے خدا کا کوئی بندہ آئے جو کہ گدھے کو کیچڑ سے نکالنے میں اس کی مدد کرے اور اس کا سامان گدھے پر رکھوائے۔

بوڑھا انھیں سوچوں میں گم تھا کہ معتصم وہاں پہنچا اور گھوڑے سے اُترا اور بوڑھے کی مدد کی اور اس کے گدھے کو کیچڑ سے نکالا پھر بوڑھے کو سوار کیا اور اس کا سامان اٹھا کر اس کے آگے رکھا اتنے میں اس کا لشکر بھی پہنچ گیا۔اہلِ لشکر نے کہا آپ نے یہ تکلیف کیوں کی؟ آپ رُک جاتے اور جب ہم آتے تو ہم اِس کی مدد کرتے۔

خلیفہ نے اپنے خازن سے کہا کہ اس بوڑھے کو چار ہزار درہم بیت المال سے دیئے جائیں اور اس کے ساتھ دو سپاہی روانہ کرو جو اسے اس کے گھر تک پہنچا آئیں۔معتصم کے دور کا واقعہ کہ اس کے ایک درباری نے بغداد کے ایک دوکاندار کو اپنے محل میں بلایا اور اس کو خوب خاطر تواضع کی۔پھر اس نے دوکاندار سے کہا بھائی۔آپ جانتے ہیں کہ ہمیں روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں ہے۔

اور ہم خزانے سے رقم حاصل نہیں کر سکتے۔ میں نے آپ کو بُلایا ہے کہ سرِ دست آپ پانچ سو دینار دیں۔ میں آپ کو اس کی رسید لکھ کر دیتا ہوں اور گواہوں سے گواہی بھی ثبت کرا دیتا ہوں اور یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ چار ماہ بعد آپ کو آپ کے پانچ سو دینار بھی واپس ملیں گے۔اس کے ساتھ میں آپ کو دو سو

دینار مزید بھی دوں گا۔

دوکاندار نے پہلے تو کچھ ٹال مٹول سے کام لیا لیکن جب اس نے امیر کے عہدے اور نوکروں کی فوج ظفر موج کو دیکھا تو راضی ہوگیا الغرض قرض کی تحریر لکھی گئی اور گواہوں کے نام بھی ثبت کیئے گئے دوکاندار نے چارو ناچار پانچ سو دیناراس کے سپرد کیئے چار ماہ گزر گئے دوکاندار روزانہ اس کے سامنے آ کراس کی محفل میں بیٹھتا تھا لیکن اس کے رُعب کی وجہ سے منہ سے کچھ نہیں کہتا تھا۔

امیر نے دوکاندار سے اس موضوع پر کوئی بات تک نہ کی آخر کار مجبور ہو کر دوکاندار نے اس امیر کے نام تحریر درخواست لکھی اور اس سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

امیر نے کہا کہ میں غافل نہیں ہوں ابھی میرے حالات درست نہیں ہیں جیسے ہی میرے حالات درست ہوئے تو میں تمہیں ادائیگی کر دوں گا۔

الغرض پورا سال گزر گیا لیکن امیر نے اسے رقم واپس نہ کی دوکاندار نے قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ قاضی نے بھی اسے قرض ادا کرنے کی ہدایت کی لیکن اس نے کسی کی پروانہ تک نہ کی ۔دوکاندار بے چارہ ہر طرف سے مایوس ہوگیا اور ایک دن مسجد میں گیا اور رُو رُو کر خدا سے درخواست کی کہ خدایا! میری رقم مجھے واپس دِلا۔

مسجد میں ایک درویش بیٹھا ہوا تھا۔اس نے دوکاندار کو بلایا اور اس سے اس کا

ماجرا دریافت کیا۔

دوکاندار نے ساری سرگزشت سنائی اور یہ بھی کہا کہ وہ شخص اتنا خودسر ہے کہ وہ کسی کی بات اور سفارش کو بھی ماننے پر آمادہ نہیں ہے۔ درویش نے کہا کہ اگر تو اپنا قرض واپس لینا چاہتا ہے تو پھر اگلے محلہ میں چلا جا، وہاں کی مسجد کے قریب ہی ایک درزی کی دکان ہے اس کے پاس دولڑکے بیٹھے ہوں گے۔ تم اس درزی کے پاس جاؤ اور اسے اپنی سرگزشت سناؤ وہ درزی تمہیں تمہاری رقم دِلوا دے گا۔

دوکاندار نے تعجب سے کہا کہ میرا مقروض اتنا سرزرد ہے کہ اس نے تو قاضی کی بات بھی نہیں مانی وہ بھلا ایک غریب درزی کی بات کیسے مانے گا۔؟

درویش نے کہا کہ اگر تمہیں رقم عزیز ہے تو اس کی وصولی صرف درزی کے ذریعہ سے ہی ہوسکتی ہے۔ تم جا کر دیکھو۔

دوکاندار گومگو کی حالت میں درزی کی دوکان پر آیا جہاں وہ کپڑے سینے میں مصروف تھا اور اس کے ساتھ اس کے دوشاگرد بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

دوکاندار نے درزی کو اپنی رام کہانی سنائی اور کہا کہ خدارا آپ مجھے میری ڈوبی رقم واپس دلائیں۔

درزی نے اسے تسلی دی اور کہا آرام سے بیٹھ جاؤ۔

پھر اس نے اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ تم فلاں امیر کے پاس جاؤ اور اسے میرا پیغام دو کہ وہ اس دوکاندار کی رقم فوراً یہاں آکر ادا کرے لڑکا چلا گیا کچھ دیر بعد وہ

آیا تو کہا کہ میں نے آپ کا پیغام پہنچا دیا ہے وہ تھوڑی دیر میں آنے ہی والا ہے۔

تھوڑی دیر گزری کہ وہ امیر اپنے ساتھ دونوکروں کو لیئے ہوئے درزی کی دوکان پر آیا اور اس نے پورے پانچ سو دینار درزی کے حوالے کیئے۔

درزی نے وہ رقم دوکاندار کے حوالے کی درزی نے کہا کہ یہ تو اصل رقم ہے تم نے مزید دوسو دینار دینے کا بھی وعدہ کیا تھا۔

امیر نے کہا کہ فی الحال یہی رقم قبول کرلیں۔ تیسرے دن اسے میرے پاس بھیج دینا میں وہ رقم بھی اسے دے دوں گا۔

دوکاندار بہت خوش ہوا اور درزی کو دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔ تیسرے دن وہ پھر واپس آیا درزی نے اپنے ایک شاگرد کو اس کے پاس بھیجا۔

امیر نے دوسو دینار بھی دوکاندار کو دیئے اور معذرت بھی کی دوکاندار درزی کے پاس آیا اور کہا کہ یہ دوسو دینار آپ رکھ لیں۔

درزی نے انکار کیا پھر دوکاندار کے مسلسل اصرار پر اس نے ایک سو دینار لے لیا۔

دوکاندار نے درزی سے کہا کہ جناب میں تو حیران ہوں کہ جو شخص قاضی شہر اور معززین شہر کو خاطر میں نہیں لاتا تھا اس نے آپ کی بات کیسے مان لی؟

خدارا مجھے اس کی وجہ بتائیں ورنہ میری پریشانی دُور نہ ہوگی درزی نے دوکاندار سے یہ کہانی بیان کی آج سے چار ماہ پہلے کا ذکر ہے کہ خلیفہ نے جن ترکوں کو لا کر یہاں سامرہ میں لاکر آباد کیا ہے وہ انتہائی اجڑ، ظالم اور جابر ہیں انھیں

ترکوں میں ایک ترک سردار ایسا بھی ہے جو پانچ ہزار ترک فوج کا سالار ہے۔اس نے آج سے چار ماہ پہلے دن دیہاڑے راہ چلتی ہوئی ایک خوبصورت عورت کو پکڑ لیا۔عورت چیخ رہی تھی کہ مسلمانو! خدا کے لیئے مجھے اس وحشی درندے سے بچاؤ۔

اگر میرے شوہر نے سن لیا تو وہ مجھے طلاق دے دے گا۔عورت کی فریاد پر بڑا مجمع جمع ہو گیا لیکن کسی کو یہ کہنے کی توفیق نہ ہوئی کہ وہ ترک سردار سے کہتا کہ اس بے چاری عورت چھوڑ دو۔

الغرض عورت چیختی رہی اور ترک سردار اسے گھسیٹ کر اپنی رہائش گاہ پر لے گیا۔

میں نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا میں اور تو کچھ نہ کر سکا۔میں قریبی مسجد کا موذن ہوں۔میرے ذہن میں یہ ترکیب آئی کسی طرح سے خلیفہ معتصم کو اس کے مقرر کردہ سردار کے کرتوتوں سے آگاہ کیا جائے اور میرے پاس اس کا اور تو کوئی حل نہیں تھا۔میں نے سوچا کہ اس مقصد کے لیئے آدھی رات کے وقت اذان کہیں جائے۔

اگر خلیفہ نے اذان سن لی تو وہ ضرور طلب کرے گا اور مجھے اس کے سامنے اس ظلم کو بیان کرنے کا موقع مل جائے گا۔

الغرض میں نے آدھی رات کے وقت اذان دی۔اتفاق سے خلیفہ نے بھی اذان سن لی اس نے اپنے افسرِ خاص کو بھیجا کہ جا کر دیکھو بے وقتی اذان کس نے دی ہے اور اسے میرے سامنے پیش کرو خلیفہ کا افسر خاص آیا اور پوچھا کہ اذان

کس نے دی ہے؟

میں نے کہا کہ میں نے دی ہے۔ اس نے کہا کہ چلو خلیفہ تجھے بلا رہے ہیں میں بے خوف و خطر چلا گیا۔ خلیفہ نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ تم نے بے وقتی اذان کیوں دی ہے؟ میں نے کہا کہ میرا مقصد آپ کو ایک ظلم سے آگاہ کرنا تھا۔ خلیفہ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟

میں نے اس دن کی ساری کہانی خلیفہ کو سنائی۔ خلیفہ کو سخت غصہ آیا اور اس نے ایک دستہ بھیجا کہ جا کر اس ظالم کو گرفتار کر کے میرے سامنے لاؤ۔

کچھ دیر بعد وہ پنج بزاری منصب رکھنے والا ترک مظلومہ لڑکی سمیت خلیفہ کے سامنے حاضر تھا۔

خلیفہ نے لڑکی سے بیان لیا۔ پھر کہا کہ ایک بڑی بوری میں ترک کو لپیٹ کر لوہے کی سلاخوں سے اتنا مارا جائے کہ اس کی ایک ایک ہڈی ٹوٹ جائے۔

نوکروں نے اسے اتنا مارا کہ وہ بوری میں مر گیا۔ پھر خلیفہ نے کہا کہ اس کی بوری بند لاش اٹھا کر دریائے دجلہ میں ڈال دی جائے۔

خلیفہ کے حکم کی تعمیل ہوئی پھر خلیفہ نے مجھ سے کہا کہ جب تم کوئی زیادتی اور ظلم دیکھو تو بے وقتی اذان کہنا۔ میں سمجھ جاؤں گا کہ کوئی ظلم ہوا ہے۔ جس امیر نے تجھے رقم واپس کی ہے یہ مجھ سے نہیں ڈرتا یہ میری بے وقتی اذان سے ڈرتا ہے۔ اس نے سوچ لیا کہ اگر میں نے رقم ادا نہ کی تو پھر موذن بے وقتی اذان دے گا

جس کا نتیجہ انتہائی بُرا ہو گا۔

۶۸۔امانت کی حفاظت

کتاب نزہۃ المجالس میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے کسی کے پاس بھاری رقم امانت رکھی اور خود سفر پر چلا گیا۔ جب وہ ایک عرصہ کے بعد واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اس نے جس کے پاس امانت رکھی تھی وہ تاجر مر چکا ہے اور اس کے نا اہل بیٹے نے باپ کی ساری جائیداد اللو تللوں میں ضائع کر دی ہے اور اب وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہے۔

امانت رکھنے والا اس جوان کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے تمہارے والد کے پاس اتنی مقدار میں دولت رکھی تھی جس کی رسید میرے پاس موجود ہے۔

لڑکے نے جواب دیا۔ جی ہاں! آپ کی امانت میرے پاس بالکل محفوظ ہے میں نے اپنے باپ کا مال ضرور ضائع کیا ہے لیکن امانت میں خیانت نہیں کی پھر اس جوان لڑکے نے امانت کی پوری رقم اس کے مالک کو لوٹا دی جب مالک نے اپنی پوری رقم دیکھی تو اس نے لڑکے کو آفرین کہی اور اپنی دولت میں سے پانچ ہزار درہم لڑکے کو انعام دیا نوجوان زمانے کی ٹھوکریں کھا کر سنبھل چکا تھا۔ اس نے پانچ ہزار سے کاروبار شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں شہر کے بڑے تاجروں میں اس کا شمار ہونے لگا۔

۶۹۔ خیانت کار قاضی

کتاب روضۃ الانوار میں مرقوم ہے کہ ایک شخص سلطان محمود کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں نے آج سے پانچ سال قبل آپ کے شہر کے قاضی کے پاس ایک امانت رکھی تھی جس میں دو ہزار سونے کی اشرفیاں تھیں، تھیلی پر سبز رنگ کا غلاف چڑھا ہوا تھا اور اس کے اوپر میں نے اپنی مہر بھی لگا کر قاضی کے پاس امانت رکھی تھی۔ اور اس سے کہا تھا کہ میں فی الحال ہندوستان جا رہا ہوں جب وہاں سے واپس آؤں گا تو آپ سے اپنی امانت لے لوں گا۔

قاضی نے مجھے امانت کی رسید دی تھی جس پر لکھا ہے کہ ایک تھیلی میرے پاس رکھی گئی ہے جس پر سبز رنگ کا غلاف چڑھا ہوا ہے اور اس پر مالک کی مہر بھی مثبت ہے۔

چنانچہ میں ہندوستان گیا وہاں سے مجھے جو کمائی ہوئی میں اسے لے کر وطن آ رہا تھا کہ راستے میں مجھے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا اور میری ساری کمائی لوٹ کر چلے گئے۔ میں یہاں آیا اور قاضی کے پاس گیا اور اسے اس کی رسید دکھا کر اپنی امانت طلب کی۔ قاضی نے میری وہی تھیلی مجھے واپس کی گھر آ کر میں نے تھیلی کو کھولا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس میں سونے کی اشرفیوں کے بجائے تانبے کے ٹکڑے تھے۔ میں قاضی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ یہ کیا ہوا؟ اس تھیلی میں دو ہزار سونے کی اشرفیاں تھیں لیکن اب میں نے اسے دیکھا ہے کہ اس

میں سونے کی اشرفیوں کے بجائے تا بنے کے ٹکڑے ہیں قاضی نے نہایت خشونت سے جواب دیا کہ بھائی! تم نے جو تھیلی میرے سپرد کی تھی میں نے وہی تھیلی تیرے حوالے کی ہے۔ ہاں اگر تھیلی پھٹی ہوئی ہے تو دکھاؤ ورنہ بحث کی ضرورت نہیں ہے پھر اس سائل نے سلطان سے کہا کہ خدارا! آپ قاضی سے میرا حق دلوائیں۔

سلطان نے کہا کہ تم وہ تھیلی میرے پاس لے آؤ وہ شخص تھیلی لے کر آیا۔ سلطان نے پوری توجہ سے تھیلی کا جائزہ لیا لیکن وہ کہیں سے بھی پھٹی ہوئی نہیں تھی سلطان نے سائل سے کہا کہ تم ایک ہفتہ تک یہاں قیام کرو تمہیں کھانا وغیرہ ہماری طرف سے ملتا رہے گا۔اس اثنا میں مَیں مزید غور وفکر کروں گا۔

الغرض سلطان تھیلی کو پکڑ کر اپنے مخصوص کمرے میں آیا اور بڑی دقّت سے تھیلی کا جائزہ لیا لیکن اسے کہی سے بھی تھیلی پھٹنے کا نشان دکھائی نہ دیا۔ اس دوران بادشاہ شکار کے لیئے گیا اور نوکروں سے کہا کہ میں تین دنوں تک شکار میں مصروف رہوں گا۔ بادشاہ نے جاتے وقت چھری اٹھائی اور اس تھیلی کو ایک طرف سے پھاڑ دیا۔

تھیلی بستر پر رکھ کر بادشاہ چلا گیا۔ بادشاہ کے کمرے کی صفائی کرنے والا نوکر آیا تو اس نے دیکھا کہ تھیلی ایک طرف سے پھٹی ہوئی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور وہ رونے لگا اور سوچنے لگا کہ جب بادشاہ کی نظر پھٹی

ہوئی تھیلی پر پڑے گی تو وہ یہی سوچے گا کہ یہ ساری کارستانی اس کی ہے۔

مخصوص نوکر رو رہا تھا کہ دوسرے نوکر کی اس پر نظر پڑ گئی اور اس نے اس گریہ بکا کی وجہ پوچھی تو پہلے نوکر نے رو رو کر بتایا کہ سلطان کی تھیلی پھٹی ہوئی ہے۔ جب کہ اس کمرے کی چابی بھی میرے پاس تھی میرے علاوہ یہاں کسی نے قدم نہیں رکھا۔

اب جب سلطان اسے دیکھے گا تو وہ مجھے اپنا چور قرار دے گا۔ دوسرے نوکر کو اس پر رحم آیا اور کہا کہ تمہیں رونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اسی شہر کے فلاں محلہ میں ایک رفوگر رہتا ہے اور وہ انتہائی باکمال رفوگر ہے اور وہ اس انداز سے رفو کرتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ جگہ پھٹی ہوئی تھی۔ ابھی سلطان کے آنے میں دو دن باقی ہیں تم خاموشی سے تھیلی اٹھاؤ اور اس کے پاس چلے جاؤ۔

چنانچہ نوکر نے تھیلی اٹھائی اور اس رفوگر کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے سُنا ہے تم باکمال انسان ہوں۔ اگر یہ سچ ہے تو اس تھیلی کو ایسا رفو کرو کہ اس کے پھٹنے کا نشان تک کسی کو دکھائی نہ دے۔

رفوگر نے کہا کہ ٹھیک ہے تم تھیلی یہاں رکھو اور کل بعد از ظہر میرے پاس آنا اور اپنی تھیلی لے جانا اور اس کی اُجرت میں ایک دینار لوں گا۔

الغرض نوکر نے وہ تھیلی رفوگر کے پاس رکھی اور واپس آ گیا دوسرے دن گیا تو

رفو گر اسے رفو کر چکا تھا اور اس خوبصورتی سے اس نے رفو کیا تھا کہ کوئی شخص یہ پہچان نہ سکتا تھا کہ یہ تھیلی پھٹی ہوئی تھی۔

نوکر تھیلی لے کر واپس آیا اور سلطان کے کمرے میں رکھ دی سلطان شکار سے واپس آیا اور اپنے محل کے مخصوص کمرے میں گیا تو اس کی نگاہ تھیلی پر پڑی۔

اس نے تھیلی اٹھائی اور اسے دیکھا یہ دیکھ کر اس کو تعجب ہوا کہ تھیلی تو وہی تھی لیکن وہ بالکل صحیح حالت میں تھی جب کہ سلطان اپنے ہاتھ سے اسے پھاڑ کر گیا تھا۔اس نے نوکر کو صدا دی اور کہا کہ کیا تم نے اس تھیلی کو پھٹا ہوا دیکھا تھا۔

نوکر نے کہا: جہاں پناہ! یہ بالکل اسی حالت میں تھی جیسا کہ اب ہے میں نے تو اسے ہاتھ تک نہیں لگایا سلطان نے کہا:

بے وقوف! بات کو سمجھنے کی کوشش کر میں نے چاقو سے اسے خود پھاڑا تھا لیکن اب یہ بالکل صحیح سالم ہے تم نے آخر کیا کیا نوکر نے پورا سچ اُگل دیا اور کہا کہ تھیلی پھٹی ہوئی تھی میں ڈرا کہ کہیں آپ مجھ پر اس کا الزام نہ لگائیں تو میں اسے فلاں رفو گر کے پاس لے گیا۔اس نے اس خوبی سے اسے رفو کیا کہ اب معلوم ہی نہیں ہوتا کہ پھٹی ہوئی تھی۔

سلطان نے کہا کہ ایسا کرو کہ اس رفو گر کو میرے پاس لے آؤ بادشاہ کا نوکر رفو گر کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تمہیں سلطان نے بُلایا ہے۔

رفو گر انتہائی پریشانی کے عالم میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان

نے اسے خلوت میں بلایا اور کہا کہ یہ تھیلی تم نے رفو کی ہے؟ رفو گر نے اثبات میں جواب دیا۔

سلطان نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ یہ کہاں سے پھٹی ہوئی تھی جسے تم نے جوڑا ہے۔

رفو گر نے ایک جگہ انگلی رکھی اور کہا کہ یہ اس مقام سے پھٹی ہوئی تھی۔

سلطان اس کی صلاحیت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر اس سے کہا کہ دیکھو مجھے سچ سچ بتانا اس سے پہلے اس تھیلی کو تم نے رفو کیا تھا۔ اور اگر کیا تھا تو کس کے کہنے پر رفو کیا تھا؟

رفو گر نے کہا جی ہاں اس سے پہلے بھی میں نے اس تھیلی کو قاضی کے حکم پر رفو کیا تھا اور اس سے دو دینار مزدوری لی تھی بادشاہ نے کہا کہ کیا تم دربار میں یہ گواہی دوں گے۔؟

رفو گر نے کہا جی ہاں میں ضرور گواہی دوں گا۔ پھر بادشاہ نے تھیلی کے مالک کو بلایا اور اس سے کہا کہ اب تم باقاعدہ میرے دربار میں قاضی کے خلاف مقدمہ دائر کرو میں تمہیں انصاف فراہم کروں گا۔

تھیلی کے مالک نے اپنی شکایت لکھ کر بادشاہ کے ہاں جمع کرائی بادشاہ نے قاصی کو طلب کیا اور کہا اس شخص نے تمہارے خلاف مقدمہ درج کرایا ہے کہ تم نے اس کی امانت میں خیانت کی ہے اور سونے کے سکوں کو تھیلی سے نکال کر اس میں تم نے تانبے کے سکے بھرے ہیں۔

قاضی نے کہا کہ جہاں پناہ! یہ شخص جھوٹا ہے۔ جب اس نے میرے پاس تھیلی امانت رکھی تھی تو اس نے مجھے کھول کر سونے کے سکے نہیں دکھائے تھے۔ مجھے کیا معلوم کہ تھیلی میں کیا ہے؟ میں نے تھیلی کی اسے رسید لکھ دی تھی۔

اب میں نے اسے تھیلی واپس کر دی ہے جو کہ کہیں سے بھی پھٹی ہوئی نہیں ہے اور جس حالت میں اس نے میرے پاس جمع کرائی تھی میں نے اسی حالت میں اسے تھیلی واپس کی ہے۔ تھیلی سے میں نے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی ہے۔ اگر میں نے چھیڑ چھاڑ کی ہوتی تو وہ اپنی اصلی حالت میں کیوں ہوتی؟

بادشاہ نے قاضی سے کہا کہ میں نے تجھے رعایا کے جان و مال کا محافظ بنایا ہے۔ میں نے تجھ پر اعتماد کیا ہے لیکن تو پھر بھی خائن نکلا۔ اگر تو نے تھیلی میں کوئی گڑبڑ نہیں کی تھی تو پھر رفوگر کو تم نے تھیلی درست کرنے کے لیئے دو دینار کیوں دیئے تھے؟ کون کہتا ہے کہ میں نے کسی رفوگر سے یہ تھیلی درست کرائی ہے؟ اور اسے دو دینار دیئے ہیں۔

بادشاہ نے اشارے سے کہا کہ رفوگر کو عدالت میں پیش کیا جائے شاہی پیادوں نے فوراً اسے عدالت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اسے پہچانو یہ وہی رفوگر ہے جس نے پھٹی ہوئی تھیلی کو رفو کیا تھا۔

قاضی نے اپنا جرم تسلیم کر لیا اور مدعی کی دولت واپس کی بادشاہ نے قاضی کو اس کے عہدہ سے معزول کر کے اسے سزائے موت دینے کا حکم جاری کیا۔

دربار میں موجود بہت سے لوگوں نے سفارش کی یہ جھوٹا شخص ہے اسے سزائے موت نہ دی جائے۔

بادشاہ نے اس کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کردیا جہاں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد وہ مرگیا۔

۷۰۔دیانت داری کا صلہ

کتاب نزہۃ المجالس میں مرقوم ہے کہ مکہ معظّمہ میں ایک نادار شخص رہتا تھا۔

ایک دن تو اس کے گھر میں کھانے کے لیئے کچھ بھی نہ تھا۔وہ شخص حرم پاک میں آیا جہاں اسے ایک تھیلی ملی۔اس نے وہ تھیلی اٹھائی اور گھر آگیا۔تھیلی کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک ہزار اشرفیاں تھی۔

اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے یہ تھیلی حرم پاک سے ملی ہے اور اس میں ایک ہزار اشرفیاں ہے۔

بیوی نے شوہر سے کہا کہ ہمارے لیئے اس رقم کا استعمال حرام ہے۔تم واپس جاؤ اور حرم میں جاکر اعلان کرو۔

وہ شخص تھیلی لے کر حرم میں آیا تو دیکھا وہاں ایک شخص یہ اعلان کررہا تھا کہ ہماری ایک تھیلی گرگئی ہے جس میں ایک ہزار اشرفیاں ہے جس مسلمان کو ملی ہو وہ ہمیں واپس کردے یہ شخص اعلان کرنے والے کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کی

تھیلی میرے پاس ہے اور میں واپس کرنے آیا ہوں۔ آپ اپنی تھیلی مجھ سے لے لیں۔

اعلان کرنے والے نے کہا کہ یہ تھیلی تم اپنے پاس رکھو۔ اس کے علاوہ میرے پاس ایک اور تھیلی بھی ہے اس میں بھی ایک ہزار اشرفیاں ہے وہ بھی تم لے لو۔ یہ کہہ کر دوسری تھیلی بھی اس کے سپرد کر دی یہ سن کر مکہ کا رہائشی حیران ہوا۔ اعلان کرنے والے نے کہا بھائی حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اعراق سے ایک بہت بڑا مالدار تاجر آیا ہے اور اس نے کہا کہ میں کسی سچے انسان کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا تم یہ دو تھیلیاں لے لو۔ ایک تھیلی کو جان بوجھ کر حرم میں گرا دو اور اگر کوئی شخص وہ تھیلی واپس کرنے آئے تو سمجھ لو کہ وہ بڑا دیانت دار ہے۔ اس کی دیانت داری پر یہ دوسری تھیلی بھی اسے دے دینا اور اس سے کہنا کہ وہ ہمارے لیئے دعا کرے مکہ کے رہائشی نے خداوند عالم کا شکر ادا کیا اور عراقی تاجر کے لیئے دعائے خیر کی۔

۷۱۔ بیس افراد کی قاتل عورت

جامع الحکایات میں مرقوم ہے کہ ایک دین دار بزرگ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک سال میں حج کے لیئے گیا تو گاؤں سے گزرتے ہوئے میری نگاہ ایک عورت پر پڑی جس کے ہاتھ میں عصا تھا اور اس نے چُست جوتا پہنا ہوا تھا اور پورے ذوق شوق سے سفر کر رہی تھی۔

مجھے اس پر رحم آیا اور کے قریب جا کر اس سے کہا:

ضعیفہ! آپ پیدل سفر کیوں کر رہی ہیں؟

عورت نے جواب دیا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ بیس حج پا پیادہ کروں گی۔ خدا کے فضل سے چودہ حج کر چکی ہوں اب مجھے مزید چھ حج کرنا ہیں میں نے کہا محترمہ! آپ نے اتنی مشکل نذر کیوں مانی تھی؟

خاتون نے کہا کہ یہ طویل داستان ہے۔ آپ اسے رہنے دیں یہ کہہ کر وہ عورت چلی گئی۔ پھر ایک مقام پر ہم جمع ہوئے تو میں نے اس سے بیس حج نذر ماننے کی وجہ پوچھی۔

خاتون نے کہا اگر تم مجھے ملامت نہ کرو تو میں تمہیں اپنی داستان سناتی ہوں۔

میں نے وعدہ کیا کہ میں آپ کو ملامت بھی نہیں کروں گا اور آپ کی اس سرگزشت کو فاش بھی نہیں کروں گا۔

خاتون نے کہا کہ پھر میری داستان غور سے سنو۔ میرے والد اپنے شہر کے مفتی تھے۔ اور میری والدہ بھی نیک خاتون تھیں اور میں ان کی اکلوتی اولاد تھی جب میں جوان ہوئی تو میرے لئے بہت سے لوگوں کے رشتے آئے لیکن میں نے کسی رشتہ کو بھی قبول نہ کیا میرے والد نے بھی رشتہ کے لیئے مجھ پر کوئی جبر نہ کیا۔ ایک دن میرے والد طالب علموں کو پڑھانے کے لیئے مسجد میں گئے اس دوران میں کوٹھی کی چھت پر کھڑی ہوئی تھی اور میں نے ایک نوجوان کو دیکھا تو دل

ہار گئی۔اس نے مجھے دیکھا تو وہ بھی دل ہار گیا۔میں نے اسے اپنے گھر آنے کا اشارہ کیا نوجوان میرے گھر میں داخل ہوا ہم نے ایک دوسرے کو گلے لگایا ابھی ہم بوس و کنار میں مصروف تھے کہ میں نے محسوس کیا کہ میرے والد گھر آرہے ہیں ہمارے گھر میں دانوں کی ایک کھوٹی تھی میں نے جوان سے کہا کہ تم کھوٹی میں چھپ جاؤ میں اوپر سے ڈھکن دے دوں گی۔اور یوں ہم دونوں رسوائی سے بچ جائیں گے۔

الغرض میرے والد گھر میں آئے وہ کافی دیر تک کتاب تلاش کرتے رہے آخر کار بڑی دیر کے بعد انھیں کتاب ملی۔وہ کتاب اٹھا کر مسجد میں چلے گئے۔میں دوڑ کر کھوٹی کے پاس گئی اور ڈھکن کھولا تو مجھ پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔دم گھٹنے کی وجہ سے میرا عاشق مر چکا تھا۔اب میں نہ تو اسے نکال سکتی تھی اور نہ ہی اس کی لاش کہیں لے جا سکتی تھی۔مگر لاش کو زیادہ دیر تک گھر میں بھی چھپا نہیں سکتی تھی۔

دن جیسے تیسے گزر گیا۔اس رات میرے والد کسی دوست کی دعوت پر چلے گئے۔میں گھر میں اکیلی تھی۔

میں نے گھر کے دروازے کو تھوڑا سا کھولا اور گزرنے والوں کو دیکھتی رہی ایک سیاہ فام حبشی کا گزر ہوا تو میں نے اسے بلایا کہ اندر آجاؤ وہ فوراً اندر آگیا۔

میں نے اس سے کہا کہ تم میرا ایک کام کر دو اس کے لیئے میں تمہیں منہ مانگی اجرت دینے کو تیار ہوں۔

ہمارا سودا ایک سو اشرفی پر طے پایا۔لیکن حبشی نے کہا کہ لاش ٹھکانے لگانا کوئی آسان کام نہیں ہے اس کے لیئے تمہیں کچھ اور بھی دینا ہوگا؟

میں نے پوچھا کہ اور کیا دوں؟

حبشی نے کہا کہ میں تم سے زنا کروں گا اور رقم بھی لوں گا اگر منظور ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کسی اور کو تلاش کرو۔

میں مجبور تھی میں نے اس کی دونوں شرطیں مانیں۔اس نے پہلے تو مجھ سے منہ کالا کیا پھر رقم لی اور لاش کو اٹھا کر کہیں لے گیا۔

مجھے اس سارے واقعہ کا بہت ہی دُکھ ہوا۔لیکن میری مصیبت اسی پر تمام نہیں ہوئی۔دوسری رات جب میں اپنے اکیلے کمرے میں سوئی ہوئی تھی تو روشن دان سے اس حبشی نے دوبارہ آوازیں دینا شروع کیں اور کہا کہ جلدی کرو دروازہ کھول کر باہر آجاؤ ورنہ میں تمہارے کرتوتوں سے لوگوں کو آگاہ کروں گا۔

میں لاچار مجھے گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنا پڑا حبشی نے کہا کہ یہاں عقب میں ایک باغ ہے جہاں بہت سے دوست اپنی محبوباؤں کو لے کر عیاشی کر رہے ہیں تم بھی اس محفل میں چلو اور مجھے دادِعیش دو۔

میں بے چاری عورت حالات کے ہاتھوں مجبور تھی لہٰذا میں اس کے ساتھ چل پڑی تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک باغ تھا جہاں عیاش جوڑے موجود تھے اور شراب کباب اور شباب سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ان عیاش عورتوں میں سے کچھ میری جاننے والی بھی تھیں انھوں نے میرا خُوب مذاق اڑایا۔

پھر حبشی نے کہا کہ لوتم بھی شراب پیئو! میں نے کہا کہ میں شراب کی عادی نہیں ہوں اگر میں نے شراب پی لی تو بے ہوش ہوجاؤ گی۔البتہ اگلی ملاقاتوں میں میں تم لوگوں کا ساتھ دوں گی۔آج رات میں ساری پارٹی کی ساقی بنتی ہوں اور سب کوشراب پلاتی ہوں۔

الغرض میں نے وہاں پر موجود تمام جوڑوں کو جی بھر کر شراب پلائی جب وہ سب شراب کی وجہ سے مدہوش ہوکر گر پڑے تو میں نے وہاں رکھی ہوئی ایک تیز دھار چھری اٹھائی اور سب کے گلے کاٹ دیئے۔

ان سب کوقتل کر کے میں اپنے گھر بھاگ آئی اور نہا دھو کر کپڑے تبدیل کر کے سوگئی۔

صبح ہوئی تو پورے شہر میں تہلکہ مچ گیا کہ کسی سفاک قاتل نے اتنے افراد کا قتل عام کیا ہے۔

خیریت گزری کہ اس واردات کے لیئے کسی نے میرا نام نہیں لیا اس واقعہ کے بعد میں نے نذر مانی تھی کہ خدایا میں نے بیس افراد کوقتل کیا ہے بطور کفارہ میں بیس حج پا پیادہ کروں گی۔

پھر کچھ عرصہ بعد میری شادی بھی ہوگئی میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ وہ مجھے

ہر سال ایامِ حج کے لیئے ایک دو ماہ جانے دے تا کہ میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوسکوں۔ میرے شوہر نے مجھے اجازت دی ہوئی ہے۔ اب میں ہر سال اپنے گناہ کے کفارہ کے لیئے پیدل حج کرنے جاتی ہوں میں چودہ حج کر چکی ہوں۔ خدا نے اگر مجھے زندگی دی تو مزید چھ حج اور کروں گی۔

۲۷۔ خبیث النفس وزیر کا انجام

کتاب "اعلام الناس فیماجری بین البرامکۃ والناس" میں یہ حکایت مرقوم ہے۔

عباسی خلیفہ معتصم کا ایک وزیر تھا جس نے ایک عالی شان اور بلند و بالا مکان تعمیر کرایا اور فراغت کے اوقات میں اپنے محل کے بالا خانہ میں بیٹھ کر اِدھر اُدھر کا نظارہ کرتا تھا ایک دن اس کی نظر اس ہمسائے کی جوان لڑکی پر پڑی اسے دیکھتے ہی اس کے ہوش و حواس کے خرمن پر بجلی سی گری اور وہ اس کی زُلف گرہ گیر کا اسیر ہو گیا اور اس کے دیکھتے ہی اس کے دل کی دنیا لٹ گئی۔

اس نے اپنے ذرائع سے پتہ چلایا کہ یہ لڑکی کون ہے؟ آخر کار اسے معلوم ہوا کہ یہ ایک سُنار کی بیٹی ہے۔ وزیر نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس لڑکی کے والد کے پاس رشتہ کا پیغام بھیجا۔

لڑکی کے باپ نے جواب دیا کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ اپنی سنار برادری میں کروں گا۔

وزیر نے اسے کافی لالچ دیا مگر وہ شخص نہ مانا اُدھر وزیر حسرتِ وصال میں روز بروز کمزور ہوتا گیا۔

وزیر کے ایک راز دان دوست نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کی وجہ دریافت کی۔ وزیر نے بتایا کہ میں سخت پریشان ہوں۔ میں ایک ہمسائے کی بیٹی پر فریفتہ ہو چکا ہوں لیکن اس کا باپ مجھے رشتہ دینے پر آمادہ نہیں ہے۔

وزیر کے دوست نے کہا کہ آپ مجھے ایک ہزار دینار دیں میں اس لڑکی کو آپ کی بیوی بنا کے چھوڑوں گا۔

وزیر نے کہا کہ ہزار دینار تو کچھ بھی نہیں میں دس ہزار دینار بھی دینے پر تیار ہوں۔

چنانچہ اس نے وزیر سے ایک ہزار دینار لیے اور دس ایسے افراد تلاش کیئے جن کی گواہی قاضی کے ہاں قابل قبول تھی۔ اور اس نے ان میں سے ہر ایک کو سو سو دینار دیئے اور کہا کہ وزیر کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ آپ حضرات نے قاضی کے سامنے یہ گواہی دینی ہے کہ فلاں سُنار نے اپنی بیٹی کا نکاح وزیر سے ہمارے روبرو کیا ہے۔ اور یہ طے پایا ہے لڑکی کا حق مہر پانچ ہزار دینار ہو گا جو کہ قاضی کے روبرو ادا کیا جائے گا۔

ہم اس نکاح کے گواہ ہیں۔

چنانچہ وزیر نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ میری منکوحہ کو

میرے گھر بھیجا جائے اور میرے نکاح کے دس افراد گواہ ہیں۔

مقدمہ قاضی کی عدالت میں چلا قاضی نے لڑکی کے والد کو طلب کیا اور کہا کہ تم قرارداد کے مطابق پانچ ہزار دینار بیٹی کا حق مہر لے لو اور اپنی بیٹی کو وزیر کے گھر روانہ کرو۔

باپ نے انکار کیا اور کہا کہ یہ نکاح طے ہی نہیں پایا مگر قاضی نے گواہوں کی گواہی کو معتبر قرار دیا اور لڑکی کے باپ کو پانچ ہزار دینار دیئے اور پھر حکومتی کارندوں کے ذریعہ سے اس کی بیٹی کو اٹھا کر وزیر کے محل میں پہنچا دیا گیا۔

لڑکی کے باپ کو وزیر کی اس دہشت گردی اور زبردستی پر سخت غصہ آیا لیکن وہ وزیر سے بدلہ نہیں لے سکتا تھا۔

آخرکار وہ خلیفہ کے محل کے جھاڑو برداروں کے لباس میں قصر خلیفہ میں پہنچا اور اتفاق سے اس کی خلیفہ معتصم سے ملاقات بھی ہوگئی اس نے روبرو ہو کر وزیر کی زیادتی کا ذکر کیا۔

خلیفہ نے وزیر اور اس کے دس گواہوں کو اپنے ہاں طلب کیا اور حکم دیا کہ شہر کے دس دروازے ہیں ہر دروازے پر ان گوہوں میں سے ایک کو قتل کر کے اس کا سر دروازے پر لٹکا دیا جائے اور وزیر کے لیئے یہ حکم دیا کہ ہم تمہارے حق مہر کو نہیں مانتے ہمارے سامنے حق مہر ادا کرو۔

وزیر نے دوبارہ حق مہر ادا کیا خلیفہ نے وہ رقم لڑکی کے والد کے سپرد کی اور

حکم دیا کہ گائے کے چمڑے میں وزیر کو لپیٹ کر لوہے کے ڈنڈوں سے مارا جائے یہاں تک کہ اس کی جان نکل جائے الغرض وزیر کو اتنا پیٹا گیا کہ وہ مر گیا۔ پھر خلیفہ نے لڑکی کے باپ سے کہا کہ جاؤ اور اپنی بیٹی کو اس کے محل سے اپنے گھر لے جاؤ اور اب یہ شخص مر گیا ہے اس کی میراث میں سے اپنی بیٹی کا حصہ وصول کرو۔

باب اخلاقیات

۷۳۔ وہ جسے وقتِ آخر کلمہ تک نصیب نہ ہوا

کتاب روضات الجنات میں مرقوم ہے کہ فضیل بن عیاض اپنے دور کے صاحبِ نظر بزرگ تھے۔ ان کے پاس بہت سے شاگرد درسِ معرفت حاصل کرتے تھے۔

ان میں سے ایک شاگرد بڑا لائق و فائق تھا۔ استاد کی زندگی ہی میں اس پر موت وارد ہوئی۔ فضیل بن عیاض اس کے سرہانے بیٹھے اور اسے شہادتین کی تلقین کرنے لگے۔ لیکن اس نے کلمہ طیبّہ پڑھنے سے انکار کردیا۔

فضیل اس کے پاس بیٹھ کر سورہ یٰسین پڑھنے لگے تو اس نے انھیں سورہ پڑھنے سے روک دیا اور اس حالت میں وہ مر گیا۔ کچھ دنوں کے بعد فضیل نے خواب میں دیکھا کہ ملائکہ اسے زنجیروں میں قید کر کے دوزخ کی طرف لے جارہے تھے۔

فضیل نے کہا کہ تو تو میرا لائق شاگرد تھا۔ تیرا یہ انجام کیوں ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ میں تین برائیاں تھیں جن کی وجہ سے مجھے کلمہ پڑھنا نصیب نہیں ہوا۔

۱۔ میں چغل خور تھا اور چغلی خوری کر کے لوگوں کو لڑاتا تھا۔

۲۔ میں حاسد تھا جس پر بھی خدا کی نعمت دیکھتا تو میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی۔

۳۔ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا۔ طبیب کے پاس گیا اس نے مجھے کہا کہ میں ہر سال شراب کی ایک بوتل پیا کروں، چنانچہ میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور کئی سالوں تک شراب نوشی کی تھی۔ اس لیئے میرے دل سے ایمان سلب ہو گیا اور مجھے بے دین کی موت آئی۔

۷۴۔ بے وفا عورت کا انجام

حبیب السیر میں مرقوم ہے کہ اساطرون ایک بہت بڑا بادشاہ تھا اور اس کی ہیبت سے شاپور ذوالکتاف بھی کانپتا تھا لیکن جب شاپور کی سلطانِ روم سے مصالحت ہوئی تو وہ اس کی مدد سے اساطرون کی مملکت پر حملہ آور ہوا۔

اساطرون اپنی فوج سمیت قلعہ نشین ہو گیا۔ شاپور نے قلعہ کے گرد محاصرہ کر لیا کئی ماہ تک محاصرہ چلا لیکن شاپور قلعہ کو فتح نہ کر سکا ایک دن قلعہ کے باہر شاپور اپنی فوج کے درمیان کھڑا تھا کہ اساطرون کی جوان بیٹی کی اس پر نظر پڑی اور اس پر فدا ہو گئی۔

اس نے شاپور کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تم مجھ سے شادی کا وعدہ کرو تو قلعہ کھولنے کی میں تمہیں تدبیر بتاؤ گی۔

شاپور نے وعدہ کیا اساطرون کی بیٹی نے قلعہ کے کمزور مقامات کی نشان دہی کی۔ رات کے وقت شاپور اپنی فوج کو لے کر اس کمزور مقام پر پہنچا اور اس میں شگاف کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس کے بعد اس کی فوج ٹڈی دل کی طرح قلعہ میں گھس آئی اساطرون نے دفاع کیا لیکن وہ جنگ میں مارا گیا۔

اس کی فوج نے شاپور کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور پوری مملکت پر شاپور کا قبضہ ہو گیا۔

پھر اس نے حسبِ وعدہ اساطرون کی بیٹی سے شادی کی ایک صبح اساطرون کی بیٹی بستر سے اٹھی تو کہنے لگی کہ میں ساری رات بستر پر بے چین رہی ہوں شاپور نے پوچھا کہ کیا ہوا؟

کہنے لگی کہ رات بستر کے نیچے ایک درخت کا پتہ آ گیا تھا جس کی وجہ سے میں بے چین رہیں۔ پھر اس نے اپنی پشت شوہر کو دکھائی شوہر نے بیوی کی پشت کو دیکھا تو اس پر کچھ داغ تھے۔ شاپور نے بیوی سے کہا کہ تیرا باپ تجھے کیا کھلاتا تھا جس کی وجہ سے تیری جلد اتنی لطیف اور نازک ہے۔؟

عورت نے کہا کہ میرا باپ مجھ سے بہت پیار کرتا تھا اور وہ ہر روز نہ بھیڑ کے مغز کے ساتھ انڈہ اور شہد شامل کر کے کھانا کھلاتا تھا۔ پھر دودھ اور شہد میں زعفران ملا کر مجھے سیراب کیا کرتا تھا۔ جب شاپور نے یہ سنا تو وہ گردن جھکا

کر سوچنے لگا۔ پھر اس نے گردن اٹھائی اور بیوی سے کہا کہ جب تو نے اتنے مہربان باپ سے وفا نہیں کی تو مجھ سے کیسے وفا کرے گی؟

پھر اس نے اپنے دو فوجیوں کو بلا کر کہا کہ اس کے سر کے بالوں کے ساتھ رسی بندھو اور رسی کے سروں کو پکڑ کر گھوڑوں پر بیٹھ جاؤ اور گھوڑوں کو یہاں تک دوڑاؤ کہ مغز پھٹ جائے مجھے ایسی بے وفا عورت کی ضرورت نہیں ہے۔ فوجیوں نے شاپور کی ہدایت پر عمل کیا اور یوں ایک بے وفا عورت اپنے انجام کو پہنچی۔

۷۵۔ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے

خلاصۃ الاخبار اور دیگر معتبر کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک جگہ لوگ درخت کی پوجا کرتے تھے اور اس کے سامنے اپنی منت مانا کرتے تھے۔

ایک عابد اس علاقہ میں رہتا تھا اسے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر بہت غصّہ آیا اور دل میں عہد کیا کہ میں اس درخت کو کاٹوں گا۔

ایک دن صبح سویرے وہ کلہاڑا لے کر اس درخت کی طرف روانہ ہوا جیسے ہی درخت کے قریب پہنچا تو ابلیس ایک انسان کی صورت میں اس کے سامنے نمودار ہوا اور اس سے کہا کہ تو یہاں کیا کرنے آیا ہے؟ عابد نے کہا کہ میں اس درخت کو کاٹنا چاہتا ہوں۔ ابلیس نے کہا کہ اس نے تجھے کیا دکھ دیا ہے اور کیا نقصان پہنچایا ہے۔؟

عابد نے کہا کہ یہ درخت شرک کا سبب بن رہا ہے۔ لہٰذا میں اسے کاٹ کر رہوں گا۔

ابلیس نے کہا کہ میں تجھے یہ درخت کاٹنے نہیں دوں گا۔ اس کے بعد ابلیس اوراس عابد کے درمیان لڑائی ہوگئی ۔ چند لمحات کے بعد عابد نے ابلیس کو زیر کردیا۔

ابلیس نے کہا! بندۂ خدا! درخت کاٹنے سے تجھے کچھ نہیں ملے گا میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں روزانہ دو درہم تیرے مصلّی کے نیچے رکھ دوں گا۔اس سے اپنی ضروریات پوری کرنا۔

عابد نے اس کی یہ پیش کش قبول کرلی اور درخت کاٹے بغیر واپس آ گیا۔ عابد جیسے ہی نمازِ فجر سے فارغ ہوتا تو مصلّی کے نیچے دو درہم موجود ہوتے تھے۔ کچھ دنوں تک یہ سلسلہ قائم رہا بعد ازاں یہ سلسلہ رُک گیا۔ عابد کو ابلیس پر غصہ آیا کہ اس نے مجھ سے بے وفائی کی ہے۔لہٰذا میں اب جا کر درخت کو کاٹ دوں گا۔

دوسرا دن ہوا عابد نے کلہاڑا اٹھایا اور درخت کے قریب گیا شیطان پھر نمودار ہوا آخر کار ان دونوں میں لڑائی ہوئی اس بار شیطان نے اسے گرایا اور اس کے سینہ پر سوار ہوگیا۔

عابد نے شیطان سے کہا کہ مجھے چھوڑ دے آئندہ میں یہ حرکت نہیں کروں گا۔لیکن مجھے ایک سوال کا جواب دے کہ پہلی بار میں تجھ پر غالب آیا تھا لیکن اس بار تو مجھ پر غالب آ گیا۔آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

ابلیس نے جواب دیا کہ پہلی بار تم غیرتِ توحید کے لیئے آئے تھے اسی لیئے

میں ہار گیا تھا اور تم جیت گئے تھے۔ اس بار تم رقم نہ ملنے پر ناراض ہو کر آئے ہو لہٰذا تم مغلوب ہو گئے اور میں جیت گیا۔

۷۶۔ خدا کا خالص بندہ

احمد غزالی نے سورۂ یوسف کی تفسیر میں عبدالواحد بن زید سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

میں نے اپنی خدمت کے لیئے بازار سے ایک غلام خریدا وہ ہر لحاظ سے میرا فرمان بردار غلام تھا۔ لیکن چند دنوں کے بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ دن کے وقت میرے پاس موجود رہتا ہے اور رات کے وقت کہیں نکل جاتا ہے۔

ایک رات میں نے اپنے گھر اور حویلی کے تمام دروازوں کو اچھی طرح سے قفل کیا اور چابیاں اپنے سرہانے کے نیچے رکھیں کچھ وقت گزرنے کے بعد میں اپنے گھر کے صحن میں آیا تو دروازے بدستور بند تھے مگر وہ غلام موجود نہیں تھا۔

صبح ہوئی تو وہ غلام صحن میں بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے سلام کیا اس نے کہا کہ میں رات کو نہیں تھا اور آپ کو زحمت ہوئی ہو گی۔ اس زحمت کے عوض میں آپ کو ایک درہم دیتا ہوں۔ جب میں نے وہ درہم لیا تو وہ خالص درہم تھا اور اس پر سورہ اخلاص لکھی ہوئی تھی۔

میں نے پوچھا کہ تم یہ درہم کہاں سے لائے ہو؟

جواب دیا کہ یہ درہم مجھے خدا کی طرف سے ملا ہے۔

پھر غلام نے کہا آقا! آپ مجھے ہر رات جانے کی اجازت دیں اور میں روزانہ اسی طرح کا ایک درہم آپ کی خدمت میں پیش کرتا رہوگا۔

میں نے اس کی درخواست قبول کی اس کے بعد دستور تھا کہ غلام رات کے وقت گم ہوجاتا اور صبح کے وقت میرے پاس آجاتا اور روزانہ ایک درہم میرے سپرد کرتا۔

کچھ دن اسی طرح سے گزر گئے پھر ایک دن میرے محلہ دار میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ اس غلام کو فروخت کر دیں میں نے وجہ پوچھی تو ہمسایوں نے کہا کہ یہ رات کے وقت قبر میں کھود کر ان کا کفن اتارتا ہے۔

میں نے یہ سُنا تو مجھے بڑی کوفت ہوئی اور محلہ داروں سے کہا کہ میں آج رات اس کا جائزہ لوں گا پھر کوئی اقدام کروں گا۔ میں نے نماز عشا کے بعد تمام دروازے بند کر دیئے اور غلام پر نگاہوں کو مرتکز رکھا۔

رات کا ایک حصہ گزرا غلام نے باہر جانے کا ارادہ کیا اور وہ بند دروازے پر آیا اور اس نے بند دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھل گیا۔ میں بھی غلام کے پیچھے چل پڑا اس نے دروازے کو اشارہ کیا تو وہ بند ہوگیا۔

ابھی میں نے اس کے تعاقب میں پانچ قدم ہی اٹھائے تھے تو پورے کا پورا منظر ہی بدل چکا تھا میں نے اپنے آپ کو ایک وسیع میدان میں پایا میں نے یہ میدان اس سے قبل زندگی میں نہ دیکھا تھا۔

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ غلام نے اپنا لباس اُتار کر ایک کُھردرا لباس پہنا اور وہاں پر موجود ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور طلوع فجر تک عبادت میں مشغول رہا۔

پھر جیسے ہی فجر کا وقت ہوا تو اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا۔

پروردگار! میں نے چھوٹے مالک کو رقم دینی ہے۔لہٰذا مجھے وہ رقم عطا فرما میں نے دیکھا کہ جیسے ہی اس کی دعا ختم ہوئی تو اس کے ہاتھوں پر ایک درہم آ کر گرا اور اس نے وہ درہم اپنی جیب میں ڈالا عبدالواحد کا بیان ہے کہ میں نے غلام کی اس حالت پر تعجب کیا اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور میں نے غلام کے متعلق اپنی بدگمانی پر خدا سے معافی مانگی اور میں نے دل میں ارادہ کیا کہ میں اسے راہِ خدا میں آزاد کر دوں جب میں نے دل میں یہ نیت کی تو غلام میری نگاہوں سے چھپ گیا میں بیابان میں تن تنہا حیران رہ گیا۔میں نے وادی کے ہر طرف چکر لگا یا وہ صحرا ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔آخر کار میں تھک ہار کر بیٹھ گیا پھر ایک گھڑسوار نمودار ہوا اس نے مجھ سے کہا۔

عبدالواحد! تم یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔تم یہاں کیا کرنے آئے اور کب آئے؟تمہیں یہاں کون لے کر آیا؟

میں نے غلام کا قصہ بیان کیا۔

گھڑسوار نے مجھ سے پوچھا کہ یہاں سے تمہارا گھر کتنا دور ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔

گھڑسوار نے کہا تو اچھا سنو! یہاں سے تمہارا گھر تیز رفتار گھوڑے کی دو سالہ مسافت پر واقع ہے۔ تم یہیں ٹھہرے رہو۔ وہ غلام آج رات آئے گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔

الغرض میں نے وہ سارا دن اسی بیابان میں بسر کیا۔ رات ہوئی تو وہ غلام آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک طبق تھا جس میں انواع واقسام کے کھانے تھے۔ اس نے وہ دستر خوان میرے سامنے رکھا اور معذرت کی اور کہا کہ آپ کو سارا دن بھوک بسر کرنا پڑی اس کے لیئے میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔

میں نے کھانا کھایا غلام نے عبادت شروع کردی وہ طلوعِ فجر تک عبادت میں مصروف رہا۔

صبح ہوئی تو اس نے مجھ سے کہا کہ مالک! میرے بارے میں بدگمانی سے کام نہ لیں پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور دو تین قدم چلا تو اس نے کہا کہ مالک! آپ نے مجھے آزاد کرنے کا سوچا تھا میں نے کہا جی ہاں! یہ سچ ہے۔

غلام نے کہا کہ اگر اپ مجھے آزاد کرتے ہیں تو آپ نے جس رقم سے مجھے خریدا تھا وہ مجھ سے لے لیں اور اس کے عوض خدا آپ کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔

پھر اس نے ایک پتھر اٹھا کر میرے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ میری قیمت ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ پتھر سونے کا بن چکا تھا۔ اس کے بعد وہ غلام میری نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ اور میں نے سامنے نظر کی تو میں اپنے گھر کے سامنے

کھڑا تھا۔

پھر میرے محلہ دار میرے پاس آئے جو غلام کو کفن چور کہتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ دوستو! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے جسے تم کفن چور کہتے تھے وہ اللہ کا ولی تھا۔

پھر میں نے انھیں اس کا سارا واقع سنایا تو سب نے اس بدگمانی پر خدا سے توبہ کی اور اپنے گناہ کی معافی طلب کی۔

۷۷۔ بڑا زاہد کون ہے؟

ایک مرتبہ خلیفہ نے ہارون الرشید عباسی نے فضیل بن عیاض سے کہا کہ آپ بڑے زاہد ہیں؟ آپ نے دنیا سے قطع تعلق کیا ہوا ہے جواب میں فضیل بن عیاض نے کہا:

یا خلیفۃ المسلمین! آپ مجھ سے بڑے زاہد ہیں میں نے تو چند روز دنیا سے قطع تعلق کیا ہے جب کہ آپ نے ابدی آخرت سے قطع تعلق کیا ہوا ہے۔ لہٰذا آپ مجھ سے بڑے زاہد ہیں فضیل کے اس جواب سے ہارون کو سخت شرمندہ ہونا پڑا۔

۷۸۔ جھوٹ ذلیل کرتا ہے۔

حبیب السیر میں مرقوم ہے کہ سلطان حسین بایقرا خراسان وزابلستان کا حاکم تھا اور اس کے زمانہ میں آذربائیجان پر یعقوب میرزا کی حکومت تھی۔

دونوں ملکوں میں اگرچہ بہت بڑا فاصلہ تھا لیکن دونوں سلاطین ہم مزاج تھے اور علم وادب کے پروردہ تھے۔

ایک مرتبہ سلطانِ آذربائیجان نے سلطان بایقرا سے فرمائش کی کہ کلیات جامی'' کی بڑی شہرت ہے اور میرے کتب خانہ میں یہ کتاب موجود نہیں ہے۔ اگرممکن ہوتو یہ کتاب میرے لئے بھجوائیں۔

سلطان بایقرا نے سلطان آذربائیجان کے لیئے بہت سے تحائف بھیجے اور اپنے مقربِ خاص امیر حسین اپودری کو یہ تمام تحائف دیئے اور کہا کہ آپ یہ تحائف اور میری خیر سگالی کا خط لے کر سلطانِ آذربائیجان کے پاس جائیں اور پھر یہ نصیحت کی کہ جب روانہ ہونے لگو تو ہمارے کتب خانہ سے کلیات جامی کا نسخہ بھی لیتے جانا کیونکہ سلطان آذربیجان اس کے مطالعہ کے خواہش مند ہیں چنانچہ امیر حسین نے تیاری کی اور کتب خانہ کے ناظم سے کہا کہ آپ مجھے کلیات جامی کا نسخہ دیں۔

کتاب خانہ کے ناظم نے غلطی سے ابن عربی کی فتوحات مکیہ کا نسخہ اس کے سپرد کیا کیونکہ دونوں کتابوں کا حجم ایک تھا جس کی وجہ سے کتاب خانے کے ناظم کو غلطی ہوئی تھی۔

ادھر قاصد نے بھی کتاب کھول کر نہ دیکھی کہ اسے کون سی کتاب دی گئی ہے۔ اس نے اندھا دھند اعتماد کرتے ہوئے کتاب لے لی اور نوکروں سے کہا کہ وہ

اس کتاب کو باقی سامان کے ساتھ باندھ دیں۔

الغرض قاصد نے طویل سفر کیا اور سلطان آذر بائیجان کی خدمت میں پہنچا سلطان نے رسمی گفتگو کے بعد کہا کہ سفر طویل تھا آپ یقیناً تھک گئے ہوں گے۔

قاصد نے کہا کہ جہاں پناہ! ضرور تھکاوٹ ہوتی لیکن کلیاتِ جامی کا نسخہ موجود تھا میں اسے پڑھتا تھا اور مجھے اس کی وجہ سے کوئی تھکان تک نہ ہوئی اور آپ کے فرمان کے تحت وہ نسخہ میں آپ کے لیئے لایا ہوں۔

سلطان آذر بائیجان خوش ہوگیا اور کہا کہ وہ نسخہ مجھے دو میں اسے پڑھنا چاہتا ہوں۔

نوکر نے سامان کھولا تو وہ مذکورہ کتاب لے آیا۔ قاصد نے کہا جہاں پناہ! یہ وہ عظیم کتاب ہے جس نے مجھے تھکنے نہیں دیا تھا آپ بھی اسے پڑھ کر بہت خوش ہوں گے۔

بادشاہ نے جیسے ہی کتاب کھول کر دیکھی تو وہ کلیاتِ جامی کی بجائے ابنِ عربی کی کتاب فتوحاتِ مکیہ تھی۔ یہ دیکھ کر قاصد پر گھڑوں پانی پڑ گیا اور واپسی جواب بھی نہ لیا اور شرمندگی کے مارے فوراً وہاں سے واپس چلا آیا۔

اس واقعہ کے بعد امیر حسین یہ کہتے تھے کہ کاش میں مر گیا ہوتا اور یوں رُسوا نہ ہوا ہوتا۔

۷۹۔ چنگیز خان کا انصاف

چنگیز خان نے اپنی فتوحات کے بعد ایک قانون بنایا تھا جسے پاسا یا عذغن کہا

جاتا تھا۔

اس قانون میں یہ کہا گیا تھا کہ کوئی شخص جانور کو چھری سے ذبح نہیں کرے گا۔ ذبح کے بجائے اس کا گلا گھونٹے گا اور اگر کسی نے اس قانون کی خلاف ورزی کی تو اس کی گردن کاٹ دی جائے گی انہی دنوں ایک مسلمان نے اپنے گھر میں ایک دنبہ ذبح کیا۔ اس کے گھر کے ساتھ ایک منگول کا گھر تھا اس نے اپنے گھر کی چھت سے مسلمان کو دنبہ ذبح کرتے ہوئے دیکھ لیا۔

وہ سیدھا چنگیز خان کے پاس گیا اور مسلمان کے متعلق بتایا کہ اس نے آپ کے فرمان کی خلاف ورزی کی ہے۔ لہٰذا آپ اسے قتل کریں۔

چنگیز خان نے پوچھا کہ تجھے کیسے پتہ چلا۔

منگول نے کہا کہ میرا گھر اس کے گھر کے بالکل ساتھ ہے میں نے اپنے مکان کی چھت سے اسے اپنے گھر میں چھری سے دنبہ ذبح کرتے ہوئے دیکھا۔

چنگیز خان نے کہا کہ اس مسلمان نے پاسا کے قانون پر پورا عمل کیا ہے۔ ہم نے گلی بازار میں چھری سے جانور کے ذبح کرنے پر پابندی لگائی ہے۔

اس نے گلی بازار اور سرعام ہمارے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی اس نے گھر میں جانور ذبح کیا ہے۔ میرا قانون خدا کے قانون سے زیادہ موثر تو نہیں ہے۔

خدا نے لوگوں کو برائیوں سے منع کیا ہے لوگ پھر بھی حکم خدا کی نافرمانی کرتے ہیں اور اپنے گھروں میں خدا کی نافرمانی کرتے ہیں اس کے باوجود اللہ

انھیں سزا نہیں دیتا۔

تو نے اپنے ہمسائے کی چغل خوری کر کے ہمسائیگی کے حقوق کو پامال کیا ہے۔

اس کے بعد چنگیز خان نے حکم دیا کہ چغلی کھانے والے منگول کو قتل کر دیا جائے۔

منگول قتل ہو گیا۔ اس طرح سے ہمسائے کو اذیت دینے والے کو قدرت کی طرف سے سزا ملی۔

www.ziaraat.com کی کتب

ہدیہ	مؤلف/مقرر/مترجم	نام کتب	نمبر شمار
175/-	آقا سیّد صادق روحانی	احکام عاشورا	1
200/-	آقا سیّد حسن حسینی شیرازی	شعائر الحسینیہ	2
320/-	شیخ عبدالعظیم المھتدی البحرانی	لماذا التطہیر	3
325/-	سیّد محمد نجفی یزدی	عجائبات فاطمیہؑ	4
250/-	شیخ محمد سند	اسرارِ زیارت اربعین	5
275/-	سیّد کمال حیدری	غلو حقیقت اور اس کی اقسام	6
380/-	سیّد محمد حسن طباطبائی	فلسفۂ اہلِ بیتؑ	7
570/-	اصغر طاہر زادہ	شرح حدیث نُورانیہ	8
300/-	"	شرح اسماء الحسنیٰ	9
270/-	سیّد مکارم شیرازی	مختصر شرح زیارتِ جامعہ کبیرہ	10
290/-	شیخ جعفر تستری	ایام الحسینیہ	11
340/-	ابن شاذان	مایہ منقبت	12
560/-	سیّد محمد نجفی یزدی	تجلیاتِ ولایت	13
300/-	مجاہد حسین حُر	وفائے حرم	14
330/-	محمد علی حسین زادۃ	زیارت دیدگان اہلِ سنت	15
190/-	شہید اوّل	الدرۃ الباھرۃ	16
170/-	سیّد علی حسینی خامنہ ای	علم رجال کی چار اصلی کتب	17
320/-	محمد حسن ربانی	علم درایۃ الحدیث	18
500/-	شیخ محمد سمادی	ابصار العین فی انصار الحسینؑ	19
520/-	سیّد عبداللہ بشر	انوار الامعۃ فی شرح زیارت جامعہ	20
280/-		ولایت تکوینی معصومینؑ	21